ماہنامہ

الحقیقہ

پاکستان

مجلہ

جلد 10 | اکتوبر 2009 شوال المکرم ۱۴۳۰ھ | شمارہ 1



انبیاءِ کرام علیہم السلام کا عقیدۂ توحید



لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

حضرت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

اتحادِ ملت کی ضرورت و صورت



صدقہ

جبلِ احد کے فضائل

شیطانی ارواحِ ثلاثہ

اداریہ

نعت شریف

اے شہ دوسرا، مرے غم کی دوا ، تیری نظر عطا کے سوا کچھ نہیں
ہو اگر شامل حال تیرا کرم ، پھر یہ آقا ہجوم بلا کچھ نہیں
مانگو حق سے تو ذرۂ عشق نبی ، کوئی جنت نہیں اور اس سے بڑی
یہ ملا تو ملی دولتِ دوجہاں ، ورنہ سمجھو جہاں میں ملا کچھ نہیں
جس کے در سے مجھے نور ایماں ملا ، مژدۂ عظمتِ نوع انساں ملا
بے نوا ہی سہی، پر یہ کیسے کہوں ، اس کی رحمت نے مجھ کو دیا کچھ نہیں
یہ زمیں، یہ زمانہ، یہ کوہ و کمر ، یہ فضا ، یہ ہوا اور یہ شمس و قمر
ہر کہیں ہیں نبی ہی نبی جلوہ گر ، دہر میں مصطفٰے کے سوا کچھ نہیں
جان ڈوبی رہے تیرے انوار میں ، فکر کھو یا رہے تیرے افکار میں
آقا تیرے سوا کچھ نہ ہو مدعا ، میرا اس کے سوا مدعا کچھ نہیں
غفلتوں میں رہا عمر بھر مبتلا صبر و ہمت، نہ سامان حسن ادا
کس زباں سے میں دعویٰ کروں عشق کا ، رب کے محبوب مجھ سے ہوا کچھ نہیں
میں ہوں آقا ابھی 'میں' میں الجھا ہوا ، مجھ کو مجھ سے شہا ہو رہا ئی عطا
میں ہوں مظلوم اپنا ستایا ہوا ، مجھ کو غیروں سے شکوہ گلہ کچھ نہیں
حشر میں جب بپا ہو قضاو جزا ، دیکھ کے مجھے کو فرمائیں یوں مصطفٰے
یہ گدا ہے مری آل اطہار کا ، آج اس کیلئے تو سزا کچھ نہیں
صدقہ صدیق و فاروق و عثمان کا ، صدقہ حیدر کا ، زہرائے ذیشان کا
بھر دے اپنی محبت سے دامان دل، خواجہ تیرے خزانے میں کیا کچھ نہیں
میں کجا اور کجا ذکر شاہ حرم ، میں سراپا خطا وہ سراپا کرم
نسبت شیخ نے رکھ لیا ہے بھرم ، ورنہ یہ آسی بینوا کچھ نہیں

﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

یونس - ۶۳

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمة الحقيقه — اداریہ

شیطانی ارواحِ ثلاثہ

سعید آسوی کے قلم سے

دماغ ماؤف ہے کیا تدبیر کرے، ہاتھ شل ہیں کیا لکھیں، زبان گنگ ہے کیا بولے، ہمارے دیس میں ایسی ہوا چلی ہے کہ جس کا جی چاہتا ہے اٹھ کر اپنے 'فہم اسلام' کی تفہیم شروع کر دیتا ہے اور وہ بھی ایسے انداز سے کہ گویا اس دور کا 'مجتہدِ اعظم'' وہی ہے۔ یہ اسلام نا آشنا، غیرت ناشناس، حشرات الارض کی طرح نکلتے ہی رہتے ہیں۔ تاہم حالیہ دنوں میں تین بدنصیب ایسے ہیں جن کے ایمان وضمیر اور سوچ وبچار کی جملہ صلاحیتیں مکمل طور پر سلب کر لی گئی ہیں اور اب ان کی مثال برساتی مینڈکوں کی سی ہے جو وقت بے وقت ٹراتے رہتے ہیں۔ ان تینوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ تحفظ ناموس رسالت ایکٹ ان سے برداشت نہیں ہو رہا اور اسے کسی نہ کسی بہانے ختم یا بے اثر کرنے کی سکیمیں ان کے شیطانی ذہنوں اور گندی زبانوں پر رقص کر رہی ہیں۔

پہلے شیطانی ذہن کے حامل ہیں گورنر پنجاب سلمان تاثیر صاحب۔ موصوف نے بیان داغا ہے'' قانون توہین رسالت ختم ہونا چاہئے'' (خبریں 18 ستمبر 2009، جنگ 17 ستمبر 2009) ہم کہتے ہیں تجھے خود ختم ہو جانا چاہئے، اس لئے کہ تو ختم ہونے کے لئے بنا ہے اور قانون تحفظِ ناموس رسالت قائم رہنا چاہئے، اس لئے کہ وہ قائم رہنے کے لئے بنا ہے۔ پورا پنجاب گواہ ہے کہ گورنر صاحب نے اپنے پورے دور گورنری میں عوام کے مفاد اور ملک کی سربلندی کے لئے کچھ نہیں کیا۔ یعنی جو کرنے کے کام تھے، ایک بھی نہیں کیا اور اپنی اوقات سے بڑھ کر باتیں کرنے میں ان کا جواب نہیں۔ ایک عرصے سے پاکستان اور اسلام کے دشمن کیسے کیسے گھناؤنے منصوبے تیار کر رہے ہیں اسلام اور اہل اسلام کی تباہ حالی کے، مگر مجال ہے کہ کبھی انہوں نے ان کی مذمت میں ایک لفظ بھی کہا ہو۔ مثلاً امریکہ کے عیسائیوں اور یہودیوں نے خانہ کعبہ سے مشابہ عمارت (ایپل مکہ نامی) بنا کر اس میں شراب خانہ کھول لیا ہے (استغفر اللہ) دنیا بھر میں اس مذموم حرکت پر احتجاج کی صدا بلند ہو رہی ہے لیکن ہمارے اس گورنر کو اس ضمن میں کچھ لب کشائی کی جرات تو کیا ہوتی، الٹا تحفظِ ناموس رسالت ایکٹ انہیں اقلیتوں کے تحفظ کے منافی نظر آ رہا ہے۔ یعنی اپنوں پر یہ ستم اور غیروں پر اس قدر کرم۔

پاکستان میں جو شیطان مرد اور عورتیں اسلام کے تشخص سے بیزار ہیں، ان میں دوسرا نام آج کل عاصمہ جہانگیر کا ابھر کر سامنے آرہا ہے۔ یہ ایک عرصے سے اپنی ناپاک سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ چونکہ پاکستان کے حکمران 'غیرت' کے معاملے میں غیر جانبدار بلکہ دشمن بنتے جارہے ہیں، اس لئے اس قسم کی مخلوق کو یہاں کھلم کھلا زہر اگلنے کی چھٹی ہے۔ چنانچہ زہر افشانی کرتے ہوئے کہتی ہیں

''توہین رسالت وقرآن کا قانون فوری ختم کیا جائے'' (خبریں 18 ستمبر 2009، جنگ 17 ستمبر 2009)

اول الذکر توہین رسالت تک محدود رہے تھے، یہ توہین رسالت وقرآن کی بات کہہ گئیں۔ یعنی ان سے ضلالت و بے حمیتی میں خاصی آگے نکل گئیں۔ سچ کہا تھا کسی نے کہ بعض ''بول بدتر از بول'' ہوتے ہیں۔ ان کے اس بیان سراپا خسران بلکہ سراسر ہذیان کا مزید حصہ ملاحظہ ہو۔

'پوری دنیا میں کہیں بھی ایسا قانون نہیں جس میں مذہب کے نام پر سزائے موت دی جاتی ہو، پاکستان میں بھی یہ قانون ختم ہونا چاہئے''

ہم ان کی یہ غلط فہمی بھی دور کئے دیتے ہیں۔

☆......امریکی دستور کے باب 272 سیکشن 360 میں آزادیٔ تحریر وتقریر کے نام پر خداوند یسوع مسیح علیہ السلام یا روح القدس کی تضحیک کرنے والے کی سزا موت ہے۔

☆......1996ء میں عیسائی عقائد کے خلاف فلم بنی تو 25 دسمبر 1996ء کو یورپی عدالت نے فلم میکر Nigel Wingrove کو سزاوار قرار دیا۔

☆......جرمنی کے دستور کے آرٹیکل 166 کے تحت مذہب کے خلاف تحریر وتقریر انتہائی سزا کا موجب ہوگی۔

☆......آسٹریا کے دستور کی دفعہ نمبر 189 ,188 کے تحت کسی مذہب کے متعلق نازیبا تحریر وتقریر کا مرتکب کریمنل کوڈ کے تحت سزا کا مستحق ہے۔

☆......کینیڈین دستور کی دفعہ 296 کے تحت عیسائی مذہب کی تضحیک کا مرتکب سخت ترین سزا کا مستحق ہے۔

☆......فن لینڈ کے دستور کے آرٹیکل نمبر 147 کے تحت مذہب کے خلاف تحریر وتقریر قابلِ مواخذہ ہے۔

☆......نیدرلینڈ کے دستور 1961ء میں یہ درج ہے کہ مذہب یا مشاہیر مذہب کے خلاف تحریر وتقریر کرنے والے کو کرائم ایکٹ کے تحت سزا دی جائے گی۔

☆...... برٹش لاء کے مطابق ہر وہ پبلی کیشنز قابل مواخذہ اور دست اندازیٔ پولیس سمجھی جائے گی جن میں خداوند، خداوند یسوع مسیح اور بائبل کے بارے میں دشنام طرازی ہو اور یہ حرکت اگر کوئی حکومت کرے تو اس کا تختہ الٹ دیا جائے۔

تیسری مکروہ شخصیت ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین کی ہے، کسے معلوم نہیں کہ موصوف کا اسلام کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں۔ لندن میں بیٹھ کر پاکستان پر حکومت کرنے کا خواب دیکھنا ان کا مشغلہ ہے۔ ماضی میں کراچی میں بدامنی اور انتشار کا جس قدر دور دورہ تھا، انہی کی ''نگاہِ کرم'' سے تھا۔ مخالفین بلکہ معصوم لوگوں کو معمولی باتوں پر گولیوں سے بھون دینا ان کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اربابِ حکومت اور خفیہ ایجنسیاں بھی انکے ہولناک اور سفاک کارناموں کی خبر رکھتی ہیں۔ لیکن ان پر کبھی ہاتھ نہیں ڈالا گیا کہ امریکہ اور برطانیہ کے آدمی ہیں۔ چنانچہ حالیہ بیان بھی انہی کی شہ پر دئے گئے:

''قادیانیوں کو کھلے عام تبلیغ کی اجازت ہونی چاہئے'' (جنگ 17 ستمبر 2009ء)

یعنی تحفظِ ناموس رسالت ایکٹ ختم کروتا کہ اس دنیا کی سب سے کریہہ المنظر مخلوق قادیانی اپنی اسلام کش سرگرمیاں آزادانہ طور پر جاری رکھ سکیں۔ اس لعین سے کوئی پوچھے کہ تیرا ان کے ساتھ کون سا مفاد وابستہ ہے جو تجھے آرام سے نہیں بیٹھنے دیتا اور تو اچھل اچھل کر اور ناچ ناچ کر ان کی حمایت میں دبلا ہوا جا رہا ہے۔ 1984ء کو حکومت پاکستان نے قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیاں روکنے کیلئے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا، جس کی رو سے قادیانی اپنے مذہب و نظریات کا پرچار نہیں کر سکتے۔ تعزیرات پاکستان میں دفعہ 298C اور 13 298 کا اضافہ کیا گیا۔ جس کے مطابق کوئی قادیانی اپنے آپ کو مسلمان کہلوا سکتا ہے نہ اسلامی اصلاحات استعمال کر سکتا ہے۔ وفاقی شرعی عدالت، ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کے فل بنچ نے یہ تاریخ ساز فیصلے کئے۔ یوں قادیانیوں سپریم کورٹ کو سوموٹو ایکشن لے کر اس قماش کے اشخاص کا منہ بند کرنا چاہئے تا کہ ملک میں تبلیغ کی آڑ میں تخریبی اور ارتدادی سرگرمیوں کا راستہ بند ہو سکے۔ یاد رکھیں، قادیانی نہایت موذی مخلوق ہے۔ انہوں نے اپنے دجل و فریب کو پیش کرنے کیلئے ''جدید طریقہ واردات اختیار کر لیا ہے اور اپنے تینوں ''ارتدادی ٹی وی چینلز'' پر مرزا قادیانی کی نبوت کا اعلان کرتے ہیں اور نہ خاتم النبیین ﷺ کا انکار کرتے ہیں، جس سے سادہ لوح مسلمان پھانسے میں آ رہے ہیں۔ ایم کیو ایم کے سربراہ بھی ان کی ریشہ دوانیوں کا شکار معلام ہوتے ہیں تبھی بے پر کی ہانک رہے ہیں۔

پھر غور فرمائیے! یہ تینوں بیانات ایک ہی تاریخ کے ہیں، یعنی سوچی سمجھی اسکیم کے تحت اور کسی ایک ہی محرک کے تحت ہیں۔ اور وہ محرک امریکہ کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آج کل پاکستان کے اندر ہر قسم کی خلفشار کا ذمہ اسی نے اٹھا رکھا ہے۔ چنانچہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ان تینوں سے بڑھ کر ایمان فروش، ضمیر فروش، غیرت ناآشنا اور کمینہ خصلت لوگ اسے نظر نہ آئے اور نظرِ انتخاب انہی پر پڑی۔

ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس قسم کے لوگوں کو لگام دی جائے۔ ہمارے خیال نہیں یقین کے مطابق جس صدر کی شہ سے تحفظِ ناموس رسالت ایکٹ بدلا گیا، وہ صدر ملعون ہے، جس وزیر اعظم نے اس سلسلے میں بے حمیتی کا ثبوت دیا وہ وزیر اعظم ملعون ہے، جس اسمبلی نے غیرتِ ایمانی کا مظاہرہ نہ کیا وہ اسمبلی ملعون ہے۔

نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی
ڈر اس کی سخت گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

اس میں کیا شک ہے کہ قوم نے نالائق حکمرانوں کی بہت سی بے غیرتیوں کو برداشت کیا مگر اس بے غیرتی کو کہ ان کے آقا و مولا، ملجا و ماویٰ، حضور رحمۃ للعلمین ﷺ کے خلاف زبان درازیوں کو تحفظ دیا جائے قطعاً برداشت نہیں کرے گی۔ ہاں ہاں! یہ قوم اب کسی راجپال اور کسی نتھو رام کو برداشت نہیں کرے گی اور گھر گھر میں علم الدین شہید اور عامر چیمہ پیدا ہوں گے۔

آخر میں دعا ہے اے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کی عزت و ناموس پر قربانی کا اعزاز عطا فرما اور سرخیِ خونِ شہادت سے مشرف فرما کر سرخرو فرما۔ اپنے محبوب ﷺ پر قربان ہونے والے سب شہیدوں کا صدقہ ہمیں بھی اس امتحان میں کامیابی عطا فرما۔ خصوصاً میرے شیخ مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ کا صدقہ جنکے در سے ہمیں غیرتِ عشق ملی اور جو قبر میں بھی ہمارے لئے دعا گو ہیں، مردانہ وار شہادتگہ الفت میں قربان ہونے کی سعادت نصیب فرما آمین۔

اتحاد ملت

کی ضرورت و صورت

قسط: 31-30

حضور مفکر اسلام
پروفیسر محمد حسین آسی
علیہ الرحمہ

محترم جناب پروفیسر محمد حسین آسی صاحب دامت برکاتہم عالیہ

السلام علیکم! اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو صحت کاملہ، نوجوانان ملت اسلامیہ تک اصل اسلام پہنچانے اور مزید حقائق سے پردہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فرقہ واریت اور کفر و شرک کے فتووں سے آلودہ اس معاشرے میں آپ کا وجود ایک نعمت سے کم نہیں۔ میں آپ کا انتہائی ممنون ہوں کہ جن کی بدولت مجھے اپنے اصل اسلام کی طرف رجوع کرنے کا موقع ملا اور اپنوں اور بیگانوں کی ریشہ دوانیوں کے بارے میں اصل صورتحال سے آگاہ ہونے کا موقع ملا۔

سچ تو یہ ہے کہ آپ کی کتاب ''توحید اور محبوبان خدا کے کمالات'' چونکہ سراسر حقائق پر مبنی ہے اور حقائق کو پڑھنا تلخ بھی محسوس ہوتا ہے مگر سچ بات ماننے کے سوا چارہ کار بھی نہیں ہوتا بشرطیکہ دل حق سننے کی طرف مائل ہو اور اللہ اور رسول پاک ﷺ کی رحمت شامل حال ہو۔ میں آپ کی کتاب کا مکمل احاطہ نہیں کر سکا۔ ہر بار پڑھنے پر نئے حقائق منکشف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے۔

میں نے زندگی کا ایک لمبا عرصہ مرکز ابن قاسم بوسن روڈ ملتان میں دینی تعلیم حاصل کرنے میں گزارا۔ چونکہ یہ مدرسہ اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھتا ہے۔ لہٰذا مجھ میں کافی حد تک اہل حدیث مسلک کے عقائد راسخ ہو چکے تھے۔ مثلاً

۱۔ اولیاء اللہ کے مزارات پر جانا شرک

۲۔ نبی پاک ﷺ کی حیات بعد از وصال کا انکار

نوٹ: ''میں اس عقیدے کا (حیات بعد از وصال کا) کسی طور بھی قائل نہ ہوتا اگر آپ کی کتاب ''توحید اور محبوبان خدا کے کمالات'' نظر سے نہ گزری ہوتی، جہاں آپ نے قرآن پاک کی آیات اور حدیث پاک سے مدلل گفتگو کی ہے اور اپنے شیریں بیان سے اس مسئلے کو سلجھانے کی بہترین سعی فرمائی ہے۔ اللہ اور رسول پاک ﷺ آپ کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے''

۳۔ تمام جید علماء کرام کے ایمان پر شک کرنا بلکہ کفر کا فتویٰ لگانا۔

۴۔ مقلدین کے ساتھ ساتھ ائمہ اربعہ پر بھی طعن و تشنیع کے تیر چلانا۔

۵۔ اسلام کے ہیرو محمود غزنوی کو لیٹرا اور ٹیپو سلطان کو ایک افسانوی کردار کہنا۔

۶۔ اپنے طالب علموں کی اس طرح تربیت کرنا کہ وہ مخالف مسلک کے مقابلے میں کچھ بھی کر گزریں۔

میں اس طرح کا آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں۔

میرا ہی کلاس فیلو عبدالجبار جب مخالف مسلک کے کسی نوجوان سے بحث کرتے ہوئے زچ ہو جاتا تو وہ اپنی طرف سے عربی میں حدیث پیش کرتا (کیونکہ اس کو عربی میں عبور حاصل تھا) مخالف فریق اس نئی حدیث کو سن کر چپ ہو جاتا اس طرح یہ جیت جاتا اور مسلک اہل حدیث کی حقانیت بیان کرتا، یہ انتہا کا افسوس ناک واقعہ ہے

اسی پر اکتفا نہیں ملتان شہر کے ایک بڑے اہل حدیث مولوی صاحب کو سعودی عرب سے مساجد، مدارس اور مسلک اہل حدیث کے لئے گرانٹ آتی تھی۔ یہ مولوی صاحب کسی زیر تعمیر بلڈنگ کی فائل فوٹو بنا کر سعودی عرب ارسال کرتے کہ اس مسجد کے لئے فنڈ درکار ہے۔ فنڈ آجانے کے بعد وہی مسجد عالی شان کوٹھی میں تبدیل ہو جاتی اور فروخت کر دی جاتی۔ ابھی بھی وہ شہر کے امیر ترین اشخاص میں شمار ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں ان کے پاس دین کا علم بھی ناکافی ہے۔ عامۃ المسلمین کو کافر گرداننا ان کا پسندیدہ ترین مشغلہ ہے۔

اوپر ساری صورتحال جو مذکور ہے میں کسی نہ کسی طرح اس سے نالاں بھی تھا مگر کوئی ٹھوس دلیل نہ ہونے کی وجہ سے اہل حدیث بھی تھا۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فضل سے یہاں اسلام آباد میں میری ملاقات آپ کے بھانجے آفتاب صاحب سے ہو گئی۔ انہوں نے مجھے کتاب ''توحید اور محبوبان خدا کے کمالات'' اور با قاعدہ 'مجلۃ الحقیقہ' دینا شروع کر دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ کتاب جہاں اپنے حقائق اور سچ بیان کرنیکی وجہ سے تلخ ہے وہاں اپنی جگہ مدلل بھی ہے جس میں نبی پاک ﷺ کے مقابلے میں کسی مفتی، پیر، مولوی کی کسی حیثیت کو نہیں مانا گیا۔ واقعی امتی کا اپنے نبی سے ایسا ہی تعلق ہونا چاہئے، جو کہ آج کل مفقود ہو چکا ہے۔

یہاں میں یہ بات عرض کرتا چلوں میں نے مسلک اہل حدیث کسی لالچ یا تعریف کے لئے نہیں چھوڑا۔ بلکہ تقریباً تین ماہ کے بحث و مباحثہ اور آپ کی کتاب کے دلائل اور ایک ایسا مستند حوالہ جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا وہ ہمفرے کی کتاب ''ہمفرے کے اعترافات'' ہے۔

اب میں نے یہ کتاب اپنے گھر والوں کو بھیجی اور اسلامک یونیورسٹی کے کچھ دوستوں کی آفتاب صاحب سے ملاقات بھی کروائی ہے۔ اور انہیں بھی آپ کی کتاب دی گئی ہے۔

الحمدللہ، معتدل خیال، حق شناس دل آپ کے بیان کردہ حقائق ماننے کیلئے تیار ہیں۔ آپ کی کتاب کا ایک ایک لفظ دلائل اور شیریں بیانی (اگرچہ حقائق تلخ ہوتے ہیں مگر بار بار پڑھنے سے اثر آفریں ہو جاتے ہیں) سے مزین ہے۔

مزید باتیں کبھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیان کروں گا۔

آپ کا آج کے فتنہ پرور اور دین سے بیگانہ مسلمان پر احسان عظیم ہے کہ انہیں ان کے اصل اسلام کی طرف لوٹانا چاہتے ہیں اور مجھ ایسا ناچیز، نا ہنجار کسی طور بھی آپ کا کما حقہ، شکر یہ ادا نہیں کر سکتا جن کی بدولت حق کو سمجھنے کی توفیق ملی۔ دعا ہے کہ اللہ مجھے آپ کی دعوت حق کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ ﴿محمد عبدالودود سکنہ حویلی بہادر شاہ (جھنگ)﴾

﴿قسط نمبر 31﴾

محمد عبدالودود کا خط: آپ نے گذشتہ قسط میں محمد عبدالودود صاحب زادعمرہ وعلمہ کا محبت نامہ ملاحظہ فرمایا۔ انھوں نے میری صحتِ کاملہ کیلئے بارگاہ خداوندی میں دعا کی ہے۔ واقعی اس کی شدید ضرورت ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ چلنا پھرنا تو مشکل تھا ہی، اب زیادہ بیٹھنا بھی دشوار ہے اور حافظہ بھی بری طرح متاثر ہو رہا ہے چنانچہ آٹھوں پہر پاس رہنے والے نوجوانوں میں سے بھی کسی کو بلانا پڑتا ہے تو اکثر منٹ آدھ منٹ کے بعد ہی نام

یاد آتا ہے۔ ہاں یہ اللہ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کا فضل وکرم ہے کہ 'الحقیقہ' کے تازہ مضامین کی قسطوں میں یہ صورت حال نہیں ہوتی بلکہ محبوبان خدا کے کمالات کا یہ ایک جلوہ ہی ہے کہ کبھی کبھی تین تین چار چار گھنٹے بیٹھا لکھتا رہتا ہوں۔ تازہ مضامین یہی تین چار ہیں، توحید اور محبوبان خدا کے کمالات، اتحاد ملت کی ضرورت وصورت، اسلام اور شیطان کے سپوت، اور اداریہ۔۔۔ باقی مضامین بلکہ اکثر نعتیں بھی بہت پرانی ہوتی ہیں، کوئی تیس بتیس سال اور کوئی بیس اکیس سال پہلے کی تحریر۔ ان پرانی تحریروں کے بارے میں ممنون صاحب اور حاجی شوکت صاحب کی آرزو یہ ہے کہ ایک دفعہ محفوظ ہو جائیں۔ چونکہ مجھے دیکھنے والے مجھے چراغ سحری سمجھتے ہیں، اس لئے مخلصین کا یہ رویہ بھی نا قابل فہم نہیں۔

میں اپنے اللہ ارحم الراحمین کا پھر شکر ادا کرتا ہوں اور ساتھ ہی حضور پرنور سرکار رحمۃ للعلمین کا، جن کے فضل سے یہ مضمون لکھے گئے اور بہت سے لوگوں کی بہت سی غلط فہمیاں دور ہوئیں۔ 'الحقیقہ' میں ایک خط ہی شائع ہوا ہے ورنہ بہت سے بزرگوں اور دوستوں نے ان کی خوب تحسین وتوثیق فرمائی ہے۔ ہاں خدا اور محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا کا یہ فضل مجھ پر میرے آقا ومولا، میرے محسن ومربی، شہنشاہ ولایت حضور نقش لاثانی علی پوری قدس سرہ کی دعا وتوجہ سے ہوا، ورنہ میں کس قابل تھا اور کس قابل ہوں، لہذا ان کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اصل اسلام: اب آیئے عزیزم محمد عبدالودود صاحب کے پہلے جملے کی طرف، فرماتے ہیں۔

'السلام علیکم' اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ آپ کو صحت کاملہ، نوجوانان ملت اسلامیہ تک اصل اسلام پہنچانے اور مزید حقائق سے پردہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

صحت کی بات تو ہو چکی، آیئے اصل اسلام کی طرف۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دور میں اسلام دشمنوں کی سب سے بڑی کوشش یہ ہے کہ اسلام کا اصل چہرہ دنیا کی نظر سے اوجھل رہے۔ اسلام کے دشمن جانتے ہیں اگر اسلام اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ آشکارا ہو جائے تو خلوص دل سے حق کی تلاش کرنے والوں کیلئے اس کا قبول نہ کرنا ناممکن ہوگا۔ اس کے لئے مزید کسی دلیل اور بحث وتمحیص کی ضرورت ہی نہیں رہے گی بلکہ 'آفتاب آمد دلیل آفتاب' کے مصداق یہ آپ ہی ان کی ذہنی تسکین کیلئے کافی وشافی ہوگا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ دشمن اس کی عظمت اور افادیت کو اجاگر کرتے اور خود قبول کر کے اسے دوسروں کے سامنے پیش کرتے اسلام کے ذریعے ان کے مسائل کے حل میں ان کی مدد کرتے۔ انسانی ہمدردی کا یہی تقاضا تھا مگر وہ تو انسانوں کے بلکہ اپنے بھی ہمدرد نہیں لہذا انھوں نے اسلام دشمنی کا تقاضا ہی پورا نہیں کیا، انسان دشمنی کا حق بھی ادا کر دیا۔

آج مشرق ومغرب میں انسان مسائل سے دوچار کسی چوراہے پر حیران کھڑا راستے کی تلاش میں ہے مگر اسے کوئی خضر راہ نہیں مل رہا جو اس کی مشکل حل کر دے اور اس کو جادہ ومنزل سے آشنا کر دے۔ چلانے والے جس راہ پر اسے چلانا چاہتے ہیں، وہ ایک مدت سے اسے دیکھ چکا ہے اور نتیجے میں اس کی پریشانیوں میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ ہاں اس کا حل وہی ہے جو بڑی کوشش سے اس کی نظر سے چھپایا جا رہا ہے اور وہ ہے اسلام اپنی اصل شکل میں، اسے نافذ کرو، انسان کے ہر قسم کے معاشی ومعاشرتی، حکومتی وسیاسی، فکری وعلمی مسائل حل ہو جائیں گے۔ دنیا لہولہان ہے، انسان کے جوڑ جوڑ سے خون رس رہا ہے، گھر گھر میں آگ لگی ہوئی ہے اور آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں، ظلم وستم کا بازار گرم ہے۔ اس قسم کی صورت حال کا چارہ اسلام کے سوا ممکن ہی نہیں مگر اسلام اور انسان کے دشمنوں نے اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے اسے معاذ اللہ 'دہشت گردی کے مذہب' کے طور پر پیش کیا۔ شیطان کی یہی سوچ ہے، اسی لئے اس قسم کی سوچ والوں کو ہم شیطان کے سپوت کہتے ہیں اور الحقیقہ میں 'اسلام اور شیطان کے سپوت' کے عنوان سے جو قسط وار مضامین شائع کر رہے ہیں، وہ انھیں کی تردید میں ہیں بہر حال شیطان لوگ اپنی شیطنت کا بھرم رکھنے کے لئے 'اسلام' کو اس کی اصلی صورت میں ظاہر کرنے سے خائف ہیں۔ دیکھئے اسلام کا ایک معنیٰ 'امن وسلامتی' بھی ہے۔ مگر انسان دشمنوں نے انسانوں کے سامنے معاذ اللہ اس کو دہشت گردی کا دین ظاہر کیا۔

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تابکجا

قرآن اور صاحب قرآن کے خلاف ہرزہ سرائی: یونہی دشمنوں نے قرآن پاک کے بارے میں بالکل منفی اور برعکس پروپیگنڈا کیا اس نے انسانیت کوایک پلیٹ فارم پرآنے کا سبق دیا اور مکمل طور پران میں یگانگت وموافقت وموانست پیدا فرمائی۔ قرآن پاک کے سوا اس وقت کس مذہب کی کتاب آسمانی ہے اور پوری طرح محفوظ ہے۔ نیز کس مذہب کی کتاب نے وحدت انسانیت کی تلقین فرمائی ہے۔ قرآن کا ایک معنیٰ ہے ملانے والا، جو ملانے آیا اور جس نے گورے کالے کی تمیز مٹا کر عملاً ملا کے دکھایا اور آج بھی جس کے ماننے والے سب سے زیادہ وحدت انسانیت کے علمبردار ہیں، اسی کتاب مقدس کو دہشت گردی اور انتشار پھیلانے والی کتاب کہا جارہا ہے۔

پھر وہ شخصیت مقدسہ جس پر یہ کتاب اتری، اسی کو اسی کتاب میں رحمۃ للعلمین' فرمایا گیا، گویا سارے جہان والوں کے لئے رحمت۔ تاریخ میں کسی قوم نے اپنے سربراہ کو اور کسی مذہب نے اپنے ہادی کو رحمۃ للعلمین نہیں کہا کیونکہ کسی ہادی کے علمی و عملی کارناموں کو دیکھ کر کبھی کسی کے ذہن میں اس کے بارے میں یہ تصور ہی پیدا نہیں ہوا۔ یہاں صورت حال یہ ہے کہ جس اللہ رب العلمین نے اپنے محبوب ومکرم ومعظم ﷺ کو ساری کائنات کیلئے مبعوث فرمایا اسی نے اسی کو رحمۃ للعلمین بنایا، یاد رہے راحم یعنی رحم کرنے والا نہیں فرمایا گیا۔ کیونکہ ہوسکتا ہے رحم کرنے والا کبھی رحم چھوڑ کر ظلم کا ارتکاب کر بیٹھے اور ظالم ہوجائے مگر جس چیز کو رحمت کہا جاتا ہے وہ کبھی اور کسی صورت میں بھی زحمت نہیں ہوسکتی۔ سوچئے رب العالمین جل مجدہ نے اپنے جس حبیب مکرم کو رحمۃ للعلمین فرمایا اور جس کی رحمت سے اپنوں نے ہی فیض نہیں پایا' دوسرے بھی مراد سکون بلکہ زندگی پاتے رہے اسی کی رحمت کا انکار کر کے اسی کو برعکس انداز میں پیش کرنا، آخر کیوں؟ صرف اس لئے شیطان صفت لوگ انسانوں کے دشمن ہیں، نہیں چاہئے کہ اولاد آدم اس فخر آدم وجان عالم علیہما السلام کے حلقہ بگوش ہوکر رحمت سے مالا مال ہو۔

کلمہ گو اہل بغض: جس طرح غیروں نے پیغمبر اسلام ﷺ، اور قرآن پاک کے خلاف بالکل برعکس انداز میں پروپیگنڈا کیا، یونہی بعض لوگ اپنوں کا لبادہ اوڑھ کر میدان عمل میں اترے مگر انھوں نے بھی اسلام کو اس کی حقیقی صورت میں پیش نہ کیا اور قرآن بلکہ صاحب قرآن ﷺ کے بارے میں بھی ان کے دل صاف نہیں تھے۔ انھوں نے سب سے پہلے منصب رسالت پر تنقید شروع کی تو تنقیص تک پہنچ گئے۔ چنانچہ کلمہ پڑھنے کے باوجود حب رسول ﷺ کے بجائے بغض رسول ﷺ کو اپنے دل میں پروان چڑھاتے رہے۔ حتیٰ کہ بغض کی ظلمات سے ان کا سارا سینہ اٹ گیا اور دل کے کسی بھی گوشے میں ادب ومحبت کی کوئی کرن نہ رہی۔ پھر انھوں نے اسی تاریکی میں اسلام پر غور کیا اور بغض کی عینک لگا کر قرآن فہمی کی کوشش کی خصوصاً اپنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں ان کا انداز از حد جارحانہ وگستاخانہ ہوگیا۔ پھر بدبختی کی انتہا یہ کہ اسی باغیانہ فکر کو انھوں نے خالص توحید قرار دیا۔ اب جو کچھ بھی ہرزہ سرائی کریں، ان کی شیطانی سوچ نے ان کا دل بہلانے کے لئے تسلی دے دی کہ توحید کی حفاظت یونہی ممکن ہے۔ انھوں نے سوچنا گوارا ہی نہیں کیا کہ قرآن پاک نے صراحتاً حضور پرنور ﷺ کی ادنیٰ سے ادنیٰ بے ادبی پر بھی عمر بھر کے اعمال کی ضبطی کی وعید سنائی ہے۔ مگر وہ قرآن کو مانتے ہی کب تھے کہ کچھ سوچتے پھر اسلام کے ساتھ بھی ان کا تعلق اپنوں سا نہیں۔ ظاہر ہے جب وہ بانی اسلام ﷺ کے ہی باغی تھے، اسلام کے کیونکر ہمدرد ہوسکتے تھے۔ کون نہیں جانتا اسلام کا ایک معنیٰ سراپا تسلیم ورضا ہونا ہے اور یہ سراپا جور وجفا ہیں۔ 'توحید' تو وحدت کی طرف بلاتی ہے اور ملت اسلامیہ میں اتحاد پیدا کرنے کا نہایت اہم وسیلہ ہے مگر یار لوگوں نے اسی توحید کو انتشار وافتراق کا ذریعہ بنادیا اور بالکل برعکس انداز میں پیش کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر حضور پرنور ﷺ سے محبت ہو اور اسلام وقرآن پاک کو بالکل اصل شکل میں پیش کیا جائے تو مسلمانوں کی باہمی فرقہ واریت بھی بہت جلد دور ہوسکتی ہے۔

اسی نیت سے 'توحید اور محبوبان خدا کے کمالات' لکھی جارہی ہے۔ چنانچہ پہلی پچیس قسطوں پر مشتمل پہلا حصہ شائع ہوکر ختم بھی ہوگیا ہے۔

اور جس طرح عزیز القدر محمد عبدالودود صاحب نے مثبت خیالات کا اظہار فرمایا ہے، یونہی دوسرے احباب واعزہ نے اسے از حد سراہا ہے۔ یقیناً اللہ اور حبیب مکرم ﷺ کے فضل وکرم ہی سے ایسا ہوسکا اور مرشد عالی علیہ الرحمہ ہمیشہ کی طرح میرا وسیلہ بنے رہے۔

توحید، قربِ خدا اور مقامِ خلافت: عبدالودود صاحب لکھتے ہیں "میں نے زندگی کا ایک لمبا عرصہ مرکز ابن قاسم بوسن روڈ ملتان میں دینی تعلیم حاصل کرنے میں گزارا۔ چونکہ یہ مدرسہ اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھتا ہے۔ لہٰذا مجھ میں کافی حد تک اہل حدیث مسلک کے عقائد راسخ ہو چکے تھے مثلاً

۱۔ اولیاء اللہ کے مزارات پر جانا شرک۔

۲۔ نبی پاک ﷺ کی حیات بعداز وصال کا انکار۔۔۔

توحید کے ان خیرخواہوں کو اس بات کی سمجھ ہی نہ آسکی کہ بندہ جب اپنے رب کا مقرب بن جاتا ہے تو اس کے ہاتھ، پاؤں، کان اور آنکھ بلکہ عقل وشعور میں رب کا نور جلال جلوہ گر ہو جاتا ہے جیسا بخاری شریف اور بعض دوسری کتب حدیث سے واضح ہے اور اس قرب خداوندی کی بنا پر وہ اپنی شان کے لائق خلافت خداوندی کے منصب پر فائز ہو کر بے پناہ قوتوں سے لیس ہو جاتا ہے۔ یہ قوتیں اہل شرک کے ہاں کہاں، بندے کی یہی طاقت اسلام کی، قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کی صداقت کا ثبوت بن جاتی ہیں۔ بندہ مقرب انھیں خدادادقوتوں سے زمانے پر حکومت کرتا ہے۔ پہاڑوں کو مائل بخرام، مہ و پرویں کو تسخیر، درندوں کو رام، اور مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ غیر اس کے ان توحیدی کمالات کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہونے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور صدق دل سے دین حق سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ تاریخ ہندوپاک میں داتا گنج بخش ہجویری، خواجہ غریب نواز اجمیری، بابا فریدالدین گنج شکر، حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی، سیدنا مجدد الف ثانی قدست اسرارھم جیسے بزرگوں نے یہی کام کیا ہے اور ان کے ان توحیدی کمالات وتصرفات کی برکت سے شرک کے زنار توڑ کر ہزاروں لاکھوں لوگ جوق در جوق اور فوج درفوج اسلام قبول کرتے رہے ہیں۔ مگر توحید کے ان بدنصیب 'خیرخواہوں' کو یہ قوتیں ہی شرک نظر آتی ہیں اور وہ ان مقربان خدا کو بھی معاذ اللہ مشرک کہتے نہیں شرماتے جیسا کہ حافظ سعید کالعدم لشکر طیبہ کا امیر بدتدبیر۔ معاذ اللہ ان کی سوچ ہی بہت منحوس ہے۔ مثلاً کسی بزرگ کا مزار اوپر سے کہیں کھل گیا۔ اندر دیکھا تو بزرگ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہیں، یا نماز میں مصروف ہیں، یا یونہی آرام فرما ہیں مگر پانچ صدیاں گزرنے کے بعد کفن تک میلا نہیں ہوا، جسم پاک پر ہاتھ رکھتے ہیں تو خون دب جاتا ہے، اس کیفیت کو دیکھ کر ہوسکتا ہے ہندو، عیسائی، سکھ اور یہودی اسے اسلام کی صداقت کی دلیل سمجھتے ہوئے مسلمان ہو جائیں مگر 'توحید کے ان خیرخواہوں' کے نزدیک پھر بھی یہ علامات شرک ہی ہوں گی اور ان میں صداقت اسلام کی کوئی دلیل نہیں ہوگی۔ ہاں ہاں کافروں کا کفر ٹوٹ جائے تو ٹوٹ جائے مگر ان کا 'کفر' بڑا مضبوط ہوتا ہے، اسے ٹوٹنے سے کیا غرض؟

مزارات کے دشمن: ہاں ہاں مزارات پر جا کر اگرچہ کلمہ توحید پڑھیں' قرآن پاک کی تلاوت کریں اللہ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کریں، ان کے نزدیک یہ سب کچھ توحید یا ایمان واسلام کی علامات نہیں بلکہ شرک ہی شرک ہے۔ جس طرح ساون کے اندھے کو ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے، انھیں بھی اپنی مخصوص 'توحید' کے آئینے میں ہر طرف شرک ہی شرک دکھائی دیتا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ یہ لوگ اپنے مردوں کو کیسے دفن کرتے ہوں گے اور تدفین تک کا عرصہ وہاں قبرستان میں کیسے گزارتے ہوں گے۔ جو لوگ ایک قبر کو برداشت نہیں کرتے وہ پورے قبرستان کو کیوں کر برداشت کرتے ہوں گے۔ پھر وہاں کوئی نہ کوئی مزار بھی تو ہوتا ہے، ان کی جان نازک پر کتنے پہاڑ گرتے ہوں گے، پھر آخر قبر اور مزار میں فرق ہی کیا ہے، یہ خود قبر کیسے کھودتے ہوں گے اور قبرستان میں اتنا عرصہ شرک سے کیسے محفوظ رہتے ہوں گے۔ ہاں ہاں جب داتا صاحب کے مزار پر جانے ہی سے شرک ہو جاتا ہے، قبرستان والے مزار سے کیوں کر سلامت آتے ہوں گے۔

شہیدوں کے بارے میں قرآن پاک کی نصِ قطعی ہے کہ وہ زندہ ہیں

ولا تقولو المن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرونo (البقرہ۔۱۵۴)

ترجمہ:اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں،انھیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں،ہاں تمھیں خبر نہیں۔

دوسری جگہ فرمایا

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امو اتاً بل احیا ء عند ربھم یرزقون o (ال عمران:۱۶۹)

ترجمہ:اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے،ہرگز انھیں مردہ خیال نہ کرنا،بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں،روزی پاتے ہیں

جو اللہ شہیدوں کو قبروں کے اندر زندہ رکھتا ہے،کیا وہ اپنے ان سے بھی بلند تر اولیاء کو زندہ رکھنے سے عاجز وقاصر ہے۔اور اگر شہیدوں کی زندگی اسلام کی صداقت کا دوٹوک معیار ہے۔تو خدا کے دوسرے وفات یافتہ بندوں کی برزخی زندگی کیوں معیار نہیں۔قرآن پاک نے عظمت کے اعتبار سے جو درجہ بندی فرمائی ہے،اس کے مطابق شہید تیسرے نمبر پر ہیں

الذین انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین و الشھد اء والصلحین ج (النساء:۶۹)

ترجمہ: جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔

مقربان خدا اور ان کے دشمن: جب تیسرے درجے کے لوگوں کے بارے میں یہ حکم ہو کہ قبروں میں انہیں مردہ کہنا تو کجا مردہ خیال بھی نہ کیا جائے تو ظاہر ہے پہلے دونوں درجوں کے پاک بندے بدرجہ اولیٰ زندہ ہوں گے،اور اگر فی الواقع وہ زندہ ہیں تو جانے والا مزار کے پاس نہیں جا رہا ہے' بلکہ اس شخصیت مقدسہ کی خدمت میں حاضری دے رہا ہے جو (مزار میں) پوری طرح زندہ ہے اور جس کی موت کا خیال بھی ممنوع ہے۔اگر اے حیات انبیاء وصدیقین علیہم الصلوٰۃ والرضوان کا انکار کرنے والے بدنصیب، تجھے سمجھ ہوتی تو خود جان لیتا کہ

وہ زندہ ہیں البتہ تو خود زندہ نہیں (کیونکہ تیری زندگی خوردونوش کی محتاج ہے اور ان کی زندگی خوردونوش سے بالاتر ہے

وہ سنتے ہیں اور تو نہیں سن سکتا کیونکہ وہ سننے میں ان کانوں کے محتاج نہیں' تو محتاج ہے محتاج غیر محتاج کے برابر کیونکر ہو سکتا ہے۔

وہ دیکھتے ہیں اور تو نہیں دیکھتا' جنت سے انہیں ٹھنڈی ہوائیں آتی ہیں جن سے ان کی قوی میں بے حد اضافہ ہو چکا ہے' وہ پہلے بھی اللہ کے نور جلال سے دیکھتے تھے (جیسا کہ اوپر گزرا) اور تو ان آنکھوں سے دیکھتا ہے جن کا یہاں اپریشن وغیرہ کرنا پڑتا ہے۔وہ مدد کرتے ہیں اور ان کے مقابل تیرا مدد کرنا بالکل ہیچ ہے کیونکہ ان کی خداداد قوتوں کے سامنے تیری کوئی حیثیت ہی نہیں۔اور اللہ کے فضل سے ان کی مدد کا کوئی توڑ ہی نہیں۔

اور ذرا سوچ خود اندھا انکھیارے کو اندھا سمجھے' نہ سننے والا سننے والے کے سننے کا انکار کرے اور ناتواں ترین شخص اور خدا کی قدرت وقوت کے مظہر کو ہیچ سمجھے تو کتنا عجیب ہے مگر ایسا کیوں ہے اس لئے کہ تیرا ایسی قوم سے تعلق ہے جن کے بارے میں فرمایا گیا

صم بکم عمی فھم لا یر جعون O (البقرہ ۱۸)

ترجمہ: بہرے، گونگے اندے تو وہ پھر آنے والے نہیں۔

ہاں ہاں اے مردوں کے سننے کا انکار کرنے والے' اگر تیری نیت میں خلوص ہوتا تو وہ صحیح بخاری جس کا تو لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے بار بار نام لیتا ہے،اس کی رو سے تو ابوجہل بھی مرنے کے بعد سنتا ہے اور اس کے ہلاک ہونے کے بعد حضور خاتم النبین ﷺ نے اس کے ساتھ اسی طرح خطاب فرمایا تھا جس طرح پہلے انبیاء کرام علیہم السلام عذاب سے ہلاک ہونے والے کافروں کو ان کی ہلاکت وموت کے بعد خطاب فرمایا کرتے تھے۔جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حیرت کا اظہار کیا تو رحمۃ للعلمین ﷺ نے فرمایا ما انتم با سمع منھم (بخاری) تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں۔

ایک واقعہ: چند سال پہلے کی بات ہے علی پور چٹھہ میں ایک نیک دل نوجوان ہوا کرتا تھا محمد ارشد (مرحوم) وہ مناظر اسلام حضرت مولانا ابوالشفقات حافظ محمد سعید صاحب مدظلہ العالی کا تربیت یافتہ تھا۔ ایک دفعہ اس کے پاس کچھ اہل حدیث حضرات یہی مسئلہ یعنی مردوں کے سننے کا پوچھنے کے لئے آئے تو ارشد نے کہا 'تم اپنی جماعت کا سب سے سیدھا سادہ (کم سمجھ) آدمی لے آؤ میں یہ مسئلہ اسے بھی سمجھا دوں گا مگر تمہارا مولوی نہیں مانے گا۔ چنانچہ ایک ایسا ہی آدمی جو نمازی تھا، کو لے آئے۔ ارشد نے کہا 'باباجی! حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردے کو زندہ کرتے وقت کیا کہا کرتے تھے، اس نے کہا 'سنا ہے عالموں سے، وہ قم باذن الله کہتے تھے تو مردہ زندہ ہو جاتا تھا۔ ارشد نے کہا جس کو وہ قم باذن الله (اٹھ اللہ کے حکم سے) کہتے تھے' وہ آواز سنتا تھا تو ہی اٹھتا تھا۔ باباجی نے فرمایا بالکل ٹھیک' اب آگئے مولوی صاحب مگر پھر وہی بات ملا آں باشد کہ چپ نشود (یعنی مولوی وہ ہے جو چپ نہ ہو)

غور کیجئے: دیکھئے جس دین حنیف نے کافر مردوں کی سماعت کا اقرار کیا اس کو ماننے کا دعویٰ کرنے والا مومن مردوں کی سماعت کا انکار کرتا ہے تو کتنا تعجب ہے، کیا قبرستان میں جا کر وہ السلام علیکم یا اهل القبو ریغفر الله لنا ولکم و انتم سلفنا و نحن بالاثر (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی) (اے قبروں میں بسنے والو تم پر سلام اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے تم ہم سے پہلے آگئے، ہم تمہارے پیچھے آرہے ہیں) نہیں کہتا بلکہ مسلم شریف میں سلام کے الفاظ یوں ہیں السلام علیکم اهل الدیار من المسلمین و اناان شاء الله بکم لاحقون نسال الله لناولکم العافیة (اس بستی کے مومنو اور مسلمانوں اسلام علیکم، بیشک اللہ نے چاہا تو ہم بھی عنقریب تم سے ملنے والے ہیں اللہ سے ہم اپنے اور تمہارے لئے عافیت مانگتے ہیں۔ کیا اسے معلوم نہیں جنت میں زندگی ہوگی موت نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آپکا حق ہے تو فرمایئے موت بھی ہوتی ہے۔ مومن کامل ہو اور دیکھنے سننے سے عاری بلکہ زندگی ہی سے محروم ہو، یہ بات کافر و منافق کے سوا کون سوچ سکتا ہے۔ حضرت اقبال علیہ الرحمۃ کے بقول

اگر ہو زندہ تو دل ناصبور رہتا ہے — لحد میں بھی وہی غیب و حضور رہتا ہے
ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے — فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن ترا

منکرین کے ایسے انکار و اقوال کی تاریخ بہت مختصر ہے۔ انگریزوں کے ناپاک قدم برصغیر میں کیا آئے ان کے سینے 'روشن' ہوگئے۔ اسلام کی ساری تاریخ بھول گئے اور اولیائے کرام کے مزارات کے فیوض و برکات یکایک ان کی نظر سے اوجھل ہوگئے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا۔ انگریز مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنا چاہتے تھے اور ان کے ایمان کو کمزور کرنا چاہتے تھے ان بزرگوں کے مزارات سے ہٹا کر ان کے دونوں مقصد پورے ہو جاتے تھے چنانچہ اس موضوع پر اردو میں سب پر پہلے لکھی جانے والی کتاب 'تقویت الایمان' کی انتشار انگیزی کی قوت کو انہوں نے محسوس کر لیا تو خود اس 'مجرب نسخے' کی اشاعت کے لئے اس کا اگلا اڈیشن شائع کیا اور برصغیر کے گوشے گوشے تک اسے پھیلایا۔ چنانچہ جن مسلمانوں سے وہ حکومت چھین رہے تھے، انہیں کمزور کر کے ان کے ملک پر قبضہ کرنا بہت آسان ہو گیا۔ اس سے پہلے نجد کی سرزمین سے بھی ایک سورما محمد بن عبدالوہاب' تیار کر چکے تھے اور اس سے 'کتاب التوحید' لکھوا چکے تھے۔ نجد کی کتاب التوحید عربی میں ہے اور دِلّی کی تقویت الایمان اردو میں۔ دونوں میں یہ زبان کا اختلاف ہی ہے ورنہ مضمون دونوں کا ایک ہے۔

باغیوں کا اصل ہدف: اولیاء اور صدیقین سے دور کر کے ان کا اصل ہدف عظمت رسالت تھا' چنانچہ اس طرف بھی متوجہ ہوئے اس سلسلے میں ان کے اولین فکری و عملی پیشوا و مقتدا مدینہ منورہ کے منافقین تھے۔ وہ بھی 'رسول' اور 'نبی' کے خصائص و فضائل کے منکر تھے اور انہوں نے بھی یہی راستہ اختیار کیا تھا۔

دور اول میں حضور پر نور ﷺ ظاہری طور پر بھی جلوہ گر تھے اور ان کے پروانے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے آقا و مولا ﷺ کی شان میں ذرا

سی گستاخی بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے لہذا آپس میں تو منافقین دل کی بھڑاس نکال لیا کرتے تھے البتہ شمع رسالت کے پروانوں کے سامنے بہت حد تک منقار زیر پر رکھتے تھے اور تنہائی کی گفتگو پر بھی وحی خداوندی قہرباری کرتی تو منافقین بالکل سہم جاتے تھے۔اب حضور پرنور ﷺ بھی سامنے جلوہ افروز نہیں' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ عشق سامنے بھی نہیں وہ لوگ جن کے اشاروں پر انہوں نے دین دھرم کا سودا کیا' ان کی اپنی حکومت ہے' لہذا انہوں نے بڑی دلیری سے منصب نبوت پر حملے کئے اور پانچ دس فیصد امت کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔خریداروں نے جب اپنا کوچ ہوتے دیکھا تو انہیں اپنے یاروں کے سپرد کر گئے۔یعنی انگریزوں کا مال انڈین کانگرس کو مل گیا۔(اس غیر منقولہ جائیداد کے وہی وارث بن سکتے تھے) چنانچہ انہوں نے اپنے مالکوں کے بعد دوسرے مالکوں سے بھی بے وفائی نہ کی۔اولیاء اللہ کے مزارات پر جانا ان کے نزدیک شرک ٹھہرا مگر گاندھی کی مڑھی پر جا کر قرآن پڑھنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوئی (اور نہیں ہوتی) انہیں 'یارسول سلام علیک' کہتے ہوئے 'شرک' ہو جاتا ہے مگر ہندوؤں کے بندے ماترم' میں بڑا سرور ملتا ہے انہیں گیارھویں شریف بلکہ میلاد شریف کے تبرک سے بھی شرک کے کیڑے کاٹنے لگتے ہیں مگر ہندوؤں کی دیوالی کی پُوری سے پوری طرح محظوظ ہوتے ہیں، کیا کہنے ان کے ایمان کے اور کیا کہنے ان کی توحید کے۔

حقیقت میں اگر ان کے فکر و عمل کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیا جائے تو انہیں اس کائنات میں بغض ہے تو صرف ایک ذات پاک سے ہاں ہاں وہ ذات جو عالم انسانیت کی محسن اعظم ﷺ اور قیامت میں شفیع اعظم ﷺ۔جو محبوب بدترین دشمنوں کے حق میں بھی رو رو کر دعا کرتا رہا اور ان کی ہدایت و بخشش کے درپے رہا۔نجانے انہیں اس سے کیوں بغض ہے

وہ حبیب ﷺ پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر

ارے تجھ کو کھائے تپ سقر ترے دل میں کس سے بخار ہے

ان کے ہاں 'نبی' کا تصور یہی ہے کہ اس کی صلاحیتیں اور طاقتیں بالکل عام انسان کی طرح ہوتی ہیں۔ہاں نبی اور عام انسان میں فرق صرف یہ ہے کہ اول الذکر پر وحی نازل ہوتی تھی اور عام انسان پر بھی وحی نازل ہوتی۔مگر افسوس انھیں اپنی بات پر بھی غور کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔افسوس جسے یہ بالکل معمولی فرق سمجھتے ہیں، وہ تو بہت بڑا فرق ہے۔وحی کا بوجھ اٹھانا بڑی قوت کا کام ہے، قرآن پاک فرماتا ہے

لو انز لنا هذاالقران علی جبل لر ء يته خا شعا متصدعا من خشية الله . (الحشر۔۲۱)

ترجمہ: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو تو ضرور اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے (کنز الایمان)

جس بوجھ کو پہاڑ اپنی پوری مضبوطی و صلابت کے باوجود نہ اٹھا سکیں کیا اس کا اٹھانا آسان ہوگا اور کیا اسے اٹھانے والا عام انسان ہوگا افسوس بغض نے ان کے دل و دماغ کو اندھا کر دیا۔ورنہ سمجھنے کے لئے یہ کوئی مشکل بات نہیں تھی۔مجھ سے ضلع بہاولپور کے ایک دانشمند سے اسی قسم کی بات چیت ہوئی تو اس نے فوراً تسلیم کر لیا (کیونکہ ابھی وہ پکا وہابی نہیں ہوا تھا) اس موضوع پر اور بہت کچھ کہا جا سکتا ہے مگر میں تو اس وقت ایک خط پر تبصرہ کر رہا ہوں۔بات یہ ہو رہی تھی کہ حضور ﷺ کے ساتھ بغض رکھنے والے منافقوں نے اولیاء کرام کے مزارات پر جانے ہی سے نہیں روکا، انھیں خود حضور پرنور ﷺ کے مزار پرانوار سے بھی کوئی عقیدت نہیں۔عام مشاہدہ ہے کہ مواجہہ شریف میں کھڑے ہوتے ہیں تو ان کا روئے سیاہ رخ کعبہ شریف کی طرف اور پشت خار پشت روضہ رسول امین سیدنا رحمۃ للعلمین ﷺ کی طرف ہوتی ہے اور اسے یہ 'توحید' کا تقاضا سمجھتے تھے۔سچ فرمایا تھا حافظ مظہر الدین علیہ الرحمہ نے

ایسی توحید تو شیطان بنا دیتی ہے !! دیکھ سرکار ﷺ کا انکار نہ ہونے پائے

حیات النبی ﷺ: بہرحال بغض و عناد کے ان اندھے بندوں کو حضور پرنور ﷺ کے ساتھ سخت ترین بغض ہے۔انھیں حیات النبی ﷺ

سے بھی انکار ہے۔ انھیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر آج تک کی تاریخ سے کوئی غرض نہیں کہ کیسے کیسے اکابر ملت اپنے اپنے زمانے میں حاضر دربار ہوتے رہے، رحمۃ للعلمین ﷺ کی بارگاہ رسالت پناہ میں فریاد کرتے رہے اور داد پاتے رہے۔ ایک دو بات کی بات نہیں، دس بیس بھی نہیں، سینکڑوں ہزاروں بھی نہیں، لاکھوں کروڑوں نے حاضری دی بگڑے کام بنتے رہے، پھیلی جھولیاں بھرتی رہیں، گوہر مراد ملتے رہے۔ یہ ناپاک عقیدہ کہ حضور ﷺ کچھ نہیں دیتے۔ کس نے دیا۔ کسی صحابی نے، کسی تابعی نے، کسی امام نے کسی مجتہد نے کسی فقیہہ نے، کسی مجدد نے، کسی غوث نے جب ساری امت کا عقیدہ بھی یہی، عمل بھی یہی اور تجربہ بھی یہی، تو کسی ایک کونے سے کوئی ایک کتا اس کے خلاف بھونکتا ہے تو بھونکتا رہے۔ کیا امت اپنے نبی کا در فیض بار چھوڑ دے گی، کیا غلام اپنے آقا کو پکارنے سے رک جائیں گے، کیا محتاج اپنے داتا کو بھول جائیں گے، کیسے ممکن ہے۔

تمہیں تو اس نبی اول و آخر و خاتم و اعظم ﷺ کی زندگی میں شک ہے جو اصل حیات ہے اور جان حیات ہے بلکہ اصل ہر کمال ہے اور جان ہر کمال ہے۔ اور اس جان حیات ﷺ نے تو اعلان فرمایا ہے کہ ہر نبی زندہ ہے

ا . ان الله حرم على الارض ان تا كل اجساد الا نبياء فنبى الله حى يرزق

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ نبیوں کے جسموں کو کھائے اللہ کا نبی زندہ رہتا ہے اسے رزق دیا جاتا ہے

(ابن ماجہ، ابوداؤد)

۲ . الا نبياء احياء فى قبو رهم يصلون (خصائص کبریٰ)

ترجمہ: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

ہاں ہاں تمھیں اس نبی مکرم رسول معظم ﷺ کی زبان پر یقین نہیں جسے ابوجہل اور ابولہب بھی 'الصادق' اور 'الامین' کہا کرتے تھے۔ تمہیں سمجھانا فضول بلکہ تم سے بات کرنا بھی فضول۔ تم اس کی نسل سے ہو جس نے سجدے کا حکم سن کر انکار کر دیا تھا۔

اور پھر اللہ پر اور اللہ کی کتاب پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے اگر تمہیں حیات شہدا سے انکار کی کھلے بندوں جرأت نہیں تو فرمایئے 'شہید' کسے کہتے ہیں۔ شہید وہی ہے نا جو دین کی صداقت اور نبی ﷺ کی ناموس پر قربان ہوا۔ کتنا عجب ہے جو دین کی عظمت کے لئے قربان ہوا وہ زندہ جاوید اور جس کا دین ہے جو دین کا بانی ہے 'شارع ہے' والی ہے اصل دین ہے وہ مردہ معاذ اللہ کیسی جہالت وسفاہت ہے، کیسی شقاوت وقساوت ہے، کیسی بغاوت وعباوت ہے۔

اور اگر پھر بھی تمہیں حیات النبی سے انکار ہے تو سنو حضور پرنور ﷺ کا وصال بھی شہادت سے ہوا یعنی وہ زہر جو خیبر میں ملاحظہ فرمایا تھا، اس وقت دشمنوں کی خواہشات کے علم الرغم ہونا معجزہ تھا مگر اس کا اثر بالکل زائل نہ ہوا تھا۔ چنانچہ دنیا میں حضور انور ﷺ کا آخری دن تھا جب فرمایا

یاعائشه مازال اجد الم الطعام الذى اكلت بخيبر وهذا اوان وجد ت انقطا ع البهرى من ذلك السم

ترجمہ: اے عائشہ خیبر کے روز جو زہریلا کھانا مجھے کھلایا گیا تھا، اس کا درد میں ہمیشہ محسوس کرتا رہا اور اس وقت اس زہر سے مری شہ رگ کٹ رہی ہے۔

ظاہر ہے حضور پرنور ﷺ نے شرف شہادت کو مشرف فرما کر دنیا سے کوچ فرمایا اور ظاہر ہے شہید کی زندگی پر قرآنی نص ناطق ہے۔

نماز کیا کہتی ہے: آیئے اب نماز کی طرف یہ ایک دائمی شہادت ہے حضور پرنور ﷺ کی حیات پر بھی اور سماعت بلکہ حاضر و ناظر ہونے پر بھی۔ کون نہیں جانتا تشہد نماز میں واجب ہے اور خود حضور ﷺ نے اسے سکھایا ہے۔ اس میں حمد ربانی کے بعد

السلام عليک ايها النبى ورحمة الله وبر كا ته (بخاری ومسلم)

ترجمہ: سلامتی ہوتم پر اے نبی ﷺ اور رحمت اللہ کی اور برکتیں اس کی۔

میں نے اسے ترجمہ سمیت مشہور غیر مقلد مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹی کی کتاب صلوۃ الرسول سے من وعن نقل کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ تا حال اہل حدیث حضرات بھی جمہور امت کی طرح التحیات پڑھتے ہیں۔ خیال فرمایئے اگر حضور ﷺ معاذ اللہ زندہ نہیں (یا حاضر ناظر نہیں) تو 'اے نبی' کسے کہا جا رہا ہے اور کیوں کہا جا رہا ہے۔ ہم تو بلاشبہ حضور ﷺ کو زندہ بھی مانتے ہیں اور حاضر و ناظر بھی، آپ اپنا فیصلہ کریں۔ کیسی ڈھٹائی ہے نماز سے باہر 'اے نبی' کہہ دیں تو ناجائز اور نماز کے اندر کہیں تو جائز بلکہ واجب۔

از راہ کرم اپنے عقائد پر نظر ثانی کیجئے۔ یہ عبادت جو نماز میں پڑھنی ضروری ہے خود رسول خدا ﷺ کی ارشاد فرمودہ ہے اور مشرق و مغرب کے مسلمان ہر کہیں پڑھتے ہیں اور چودہ صدیوں سے پڑھتے چلے آئے ہیں حتیٰ کہ اہل حدیث کہلوانے والے بھی اسی پر عامل ہیں، پھر حضور پر نور ﷺ کی حیات طیبہ کے اس اجماعی عقیدے کے خلاف یا حاضر و ناظر ہونے کے خلاف زہر افشانی شیطنیت نہیں تو کیا ہے۔ آیئے آخر میں علامہ غزالی قدس سرہ العالی جن پر علم و عمل، زہد و تقویٰ اور عشق و مستی کو ناز ہے کا فیصلہ سن لیں۔ آپ فرماتے ہیں

واحضر فی قلبک النبی ﷺ و شخصه الکریم فقل السلام علیک ایها النبی و حمة الله بر کا ته

ترجمہ: پہلے اپنے دل میں نبی کریم ﷺ اور آپ کی شخصیت کریمہ کو حاضر جان لے پھر کہہ السلام علیک ایہا النبی رحمتہ اللہ و برکاتہ۔

کلمہ طیبہ: آیئے اب آخر میں سب کو کلمہ طیبہ کی طرف بلاتا ہوں، یہی وہ مقدس الفاظ ہیں جنہیں دل سے مان کر اور زبان سے ادا کر کے کافر مسلمان ہوتا ہے یعنی

لا اله الا الله محمد رسول الله

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں توحید کی گواہی تو یہ کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

اور رسالت کی گواہی یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایئے 'ہیں' کہہ کر ان کی حیات کا اقرار کر رہا ہے یا نہیں۔ گویا کافر ہونے کے لئے رسالت کے بارے میں جس بات کا اقرار کرتا ہے وہ حیات النبی کا عقیدہ بھی ہے یہ جو کہا جاتا ہے کافر ایک بار کلمہ پڑھتا ہے تو وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ منافق ہزار لاکھ بار بھی پڑھے تو نہیں ہوتا، اس کی وجہ کیا ہے، کافر نے اگرچہ ایک بار پڑھا مگر دل سے پڑھا۔ منافق نے ہزار لاکھ بار بھی پڑھا تو محض زبان سے پڑھا اور مصلحتاً پڑھا۔ بقول اقبالؒ

؎ خرد نے کہہ بھی دیا لاالہ تو کیا حاصل   دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اذان: دیکھا آپ نے نماز کہہ رہی ہے حضور پر نور ﷺ ہیں

کلمہ کہہ رہا ہے حضور پر نور ﷺ زندہ ہیں آیئے اب اذان کی طرف موذن کہتا ہے

اشهدان محمد ارسول الله

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔

کوسن کر نمازی مسجد کی طرف جاتا ہے۔ فرمایئے جس عقیدے کی تائید ہر کلمہ خواں کر رہا ہے ہر نمازی کر رہا ہے اور ہر موذن کر رہا ہے (یعنی موذن دنیا کے گوشے گوشے میں رسالت کی گواہی ہی نہیں دے رہا ہے یہ بھی اعلان کر رہا ہے محمد ﷺ ہیں کتنا غضب ہے وہ اعلان جو بحر و بر میں، دشت و جبل میں، وادی و کہسار میں گونج رہا ہے، وہابی کے دل تک نہیں پہنچتا اگرچہ خود نماز پڑھتا ہے، اذان دیتا ہے اور کلمے کا شغل بھی فرماتا ہے۔

☆......☆......☆

صدقہ

مبلغ اسلام علامہ سید سعادت علی قادری

بسم الله الرحمن الرحيم

يـاايهـا الذين امنواانفقوامن طيبت ماكسبتم ومماخرجنالكم من الارض ولاتيمموا الخبيث منه تنفقون ولستـم بـاخذيه الاان تغمضوا فيه ط واعـلـموا ان الله غني حميد O الشيـطـن يعدكم الفقر ويامركم بالفحشاء ج والله يعدكم مغفرة منه وفضلا ط والله واسع عليم O

''اے ایمان والوخرچ کیا کروعمدہ چیزوں میں سے جوتم نے کمائی ہیں اوراس سے جوہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے اوراپنی کمائی سے ردی چیزخرچ کرنے کاارادہ نہ کرواگرتمہیں کوئی ردی چیزدے توتم خودبھی اسے نہ لوگے بجزاس کے کہ چشم پوشی کرلواورخوب جان لوکہ اللہ تعالیٰ غنی ہے ہرتعریف کے لائق ہے شیطان تمہیں تنگ دستی سے ڈراتا ہےاورحکم کرتا ہےتم کو بے حیائی کا اوراللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہےتم سے اپنی بخشش اورفضل کا اوراللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔''

(البقرہ:۲۶۸_۲۶۷)

صدقہ شرعی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے نام پردولت خرچ کرنے کانام ہے جس کیلئے قرآن کریم میں انفاق فی سبیل اللہ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے) کا جملہ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ عام لفظ ہے جس میں زکوٰۃ،قربانی،فطرہ،سب شامل ہیں۔لیکن زکوٰۃ فرض صدقہ ہے قربانی اورفطرہ واجب اس کے علاوہ جوبھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جائے وہ نفل ہے لیکن اللہ تعالیٰ کواس قدرپسنداورمحبوب ہے کہ قرآن کریم نے متعددبارمختلف اندازسے اس کاحکم دیااس کے فائدے اورفضائل بیان فرمائے یہاں تک کہ دوسری سورۃ کی تیسری ہی آیت میں اس کومتقین کی خصوصیت قراردیتے ہوئے اس کاذکرکیا گیا۔

هدى للمتقين الذين يؤمنون بالغيب و يقيمون الصلوٰة ومما رزقنهم ينفقون

''یہ (قرآن) ہدایت ہے پرہیزگاروں کیلئے وہ جوایمان لائے ہیں غیب پراورصحیح صحیح ادا کرتے ہیں نمازاورجوکچھ ہم نے انہیں دیااس سے وہ خرچ کرتے ہیں''(البقرہ:۳)

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے مغفرت اورجنت کاوعدہ کرتے ہوئے ارشادفرمایا۔

وقـال الله اني معكم لئن اقمتم الصلوٰة واتيتم الزكوٰة و امنتم برسلي وعزرتموهم و اقرضتم الله قرضا

حسنا لا کفرن عنکم سیاتکم و لا دخلنکم جنت تجری من تحتها الانہار ج (المائدہ:۱۲)

''اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم صحیح صحیح نماز ادا کرتے رہے اور زکوٰۃ دیتے رہے اور ایمان لائے میرے رسولوں پر اور مدد کرتے رہے ان کی اور اللہ تعالیٰ کو قرض دیتے رہے قرض حسنہ تو میں ضرور دور کر دوں گا تم سے تمہارے گناہ اور میں تمہیں ان باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔''

انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہوا ہے اس کا مالک حقیقی وہی ہے بلاشبہ وہ قادر ہے جس کو جتنا چاہے دے اور جب چاہے لے لے لیکن اس کا کرم ہے کہ بندہ جو کچھ اس کے نام پر خرچ کرے وہ اسے قرض حسنہ دیتا ہے۔ایسا نہیں کہ ہمارا دیا ہوا تم نے ہمارے راہ میں خرچ کر دیا اس کی ادائیگی بدلہ حساب کتاب کیا نہیں ہماری دی ہوئی نعمتوں سے ہمارے نام پر خرچ کرو۔ یہ ہم پر تمہارا قرض ہوگا کہ کسی دوسری شکل میں اس کو دنیا میں بھی ادا کیا جائے اور آخرت میں بھی اس کا بدلہ ملے گا، ارشاد ہوتا ہے۔

من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ و لہ اجر کریم O (حدید:۱۱)

کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے اور اللہ تعالیٰ اس کے مال کو اس کیلئے کئی گنا بڑھا دے گا اور اسے شاندار اجر بھی ملے گا؛''

ان تقرضوا اللہ قرضاحسنا یضعفہ لکم ویغفرلکم ط واللہ شکور حلیمO (تغابن:۱۷)

''اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو، تو اسے کئی گنا بڑھا دے گا تمہارے لئے اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی قدرداں بہت حلم والا ہے''

واقرضوا اللہ قرضا حسناً ط وما تقدموا الانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ھوا خیرا واعظم اجراً طO (مزمل:۲۰)

اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیتے رہا کرو اور جو نیکی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اسے اللہ تعالیٰ کے پاس موجود پاؤ گے اور اس کا اجر بہت بڑا ہوگا۔

کیسا کریم ہے دیتا بھی خود ہے مالک بھی ہے پھر بھی قرض مانگتا ہے۔اپنی ضرورت کے لئے نہیں وہ تو ضرورت اور احتیاج سے پاک ہے وہ قرض مانگتا ہے بندوں کو اجر و ثواب دینے ان کی مغفرت کا بہانا بنانے ان کے درجات بلند کرنے کیلئے ہم جو قرض اسے دیں گے وہ اسے کئی گنا کر کے دیتا رہے گا ایک کا دس بلکہ سات سو بلکہ اس سے بھی زیادہ اس کے علاوہ دینے والے کے گناہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے اور کیا چاہتے ہو اب کیوں اللہ تعالیٰ کو دینے سے ہاتھ روکتے ہو اگر تم اس وعدے کی لذت کو محسوس کرنے لگو تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے سے کبھی نہ اکتاؤ گے۔

سورۂ حدید کی گیارہویں آیت حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ نے سنی تو نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگتا ہے آپ نے فرمایا ہاں''انہوں نے عجب مستی کے حال میں آپ کا ہاتھ پکڑا اور گزارش کی میں نے اپنا باغ اللہ تعالیٰ کو قرض دیا اس باغ میں کھجور کے چھ سو درخت تھے ان کے بیوی بچے اسی میں رہتے تھے۔حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے یہ کہہ کر اپنے باغ کی طرف آئے اور باہر کھڑے ہو کر بیوی کو آواز دی اور کہا بچوں کو لے کر باغ سے باہر آ جاؤ کہ میں یہ باغ اللہ تعالیٰ کو بطور قرض دے چکا ہو اس نیک بخت بیوی نے جب یہ سنا تو بولی''اے دحداح کے باپ تم نے بڑا ہی نفع والا سودا کیا ہے۔'' بچوں اور ساز و سامان کو لے کر باہر نکل آئیں۔

صدقہ قرض حسنہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کا بدلہ عطا فرماتا ہے لیکن یہ اسی صورت میں ہے جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کچھ خرچ کیا جائے وہ۔

کیا جائے وہ حلال دولت ہو عمدہ اور اعلیٰ درجہ کی چیز ہو ضرورت سے زیادہ بیکار نہ ہو بلکہ خود بھی اس کی اشد ضرورت ہو پوشیدہ طور پر دیا جائے جسے دیا جائے اس پر احسان نہ جتایا جائے اسے تکلیف نہ پہنچائی جائے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے خرچ کیا جائے۔ جتنا بھی خرچ کیا جائے اسے کم ہی جانے۔

مضمون کے آغاز پر ہم نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۶۷ نقل کی ہیں ان میں فرمایا جا رہا ہے کہ اپنی کمائی کی اچھی چیز خرچ کرو بیکار اور ردی چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہ دو ذرا سوچو اگر تمہیں کوئی اپنا پرانا کپڑا، جوتا، یا کوئی بھی ردی اور بیکار چیز دے تو کیا تم اسے پسند کرو گے ہم تو اسے اپنی توہین، بے عزتی سمجھتے ہیں بڑا برا لگتا ہے ہمیں پھر کیسے ہم گوارا کر لیتے ہیں کہ کسی عالم کو یا کسی غریب کو گھر کا ٹوٹا پھوٹا پرانا سامان دیدیں یا مسجد میں اگر کسی چیز کی ضرورت ہے تو گھر کی پرانی چیز دے دیں اور گھر کیلئے نئی چیز خرید لیں ردی اور بیکار سامان اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے کر ہم اس بدلے اور ثواب کی بھی امید کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے صدقہ دینے والوں کیلئے مقرر فرمایا ہے یہ ہمارا بڑا ہی عجب فیصلہ ہے ایسا نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہترین چیز دو اس سے اچھی جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی ضرورت کو اپنی ضروریات پر ترجیح دو تب اللہ تعالیٰ بھی اپنا وعدہ پورا فرمائے گا اور تمہارے صدقے کا بدلہ دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی۔

اور یہ بھی نہ سوچو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے دولت میں کمی آجائے گی جبکہ تمہارا اپنا تو حال یہ ہے کہ اپنے شاندار مکان بناتے ہو صرف انہیں کو سجانے پر لاکھوں خرچ کر دیتے ہو اور گھر میں نہ جانے کتنا سامان ایسا ہوتا جو کبھی استعمال نہیں ہوتا صرف خوبصورتی یا دکھاوے کیلئے رکھا ہوتا ہے تم اچھے سے اچھی گاڑی چلاتے ہو کتنا کپڑا جوتا خریدتے ہو کہ ایک مرتبہ استعمال کے بعد مہینوں اس کے استعمال کی نوبت نہیں آتی اپنے لئے ضرورت سے زیادہ خرچ کرتے ہو قرض لے کر خرچ کرتے ہو کبھی خیال نہیں آتا کہ ہم محتاج ہو جائیں گے۔ لیکن مسجد کیلئے، مدرسہ کیلئے یا کسی بھی دینی کام کیلئے تھوڑا سا بھی خرچ کرتے ہو تو محتاجی کا ڈر لگنے لگتا ہے بنک بیلنس کم ہو جانے کا خیال آنے لگتا ہے سوچو ایسا کیوں ہوتا ہے یہ اس لئے ہوتا ہے کہ شیطان وسوسہ پیدا کرتا اور ڈرا کر دین کی مدد سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکتا ہے اگر تم نے شیطان کی بات مانی تو واقعی یہ ظالم تمہیں محتاج کر دے گا بدکاری اور عیاشی میں مبتلا کر دے گا اللہ کی بات مانو کہ اللہ کی راہ میں خوب خرچ کرو اللہ تم سے وعدہ فرماتا ہے کہ وہ تمہارے گناہوں کو بھی بخش دے گا اور تمہیں مزید دولت سے نوازے گا۔

کیا تم اپنے اسلاف کی تاریخ پر غور نہیں کرتے دیکھو کتنی مرتبہ ایسا ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے قرض لے کر دوسروں کی ضرورت پوری کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مکہ کی رئیس ترین خاتون تھیں ان کی ساری دولت کیا ہوئی ہجرت سے پہلے مکہ میں دین کی اشاعت پر انہی کی دولت زیادہ خرچ ہوتی رہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کیا دولت مند نہ تھے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کتنے دولت مند تھے انہی کی طرح اور بھی صحابہ تھے سب نے دین کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کیلئے اللہ کی راہ میں خوب خرچ کیا سب کچھ خرچ کر ڈالا کیا یہ محتاج ہو گئے غریب ہو گئے ہرگز نہیں، انہوں نے زندگی میں بھی خوب عزت پائی اور آج تک عزت والے ہیں کل قیامت میں بھی ان کے سر بلند ہوں گے پس جو عزت والا بننا چاہتا ہے جو سکون کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے وہ ان بزرگوں کو طریقہ اپنائے اللہ کی راہ میں خوب خرچ کرے خلوص کے ساتھ خرچ کرے احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے کیلئے نہیں۔

یاایھاالذین امنوا لا تبطلوا صدقتکم با لمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئآء الناس ولایومن باللہ والیوم الاخر

”اے ایمان والو! مت ضائع کرو اپنے صدقوں کو احسان جتا کر اور دکھ پہنچا کر اس آدمی کی طرح جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کو دکھانے کیلئے اور قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتا۔“

جس کو دولت دی اگر اس پر احسان جتا دیا یا طعنہ ما کر اس کو تکلیف پہنچائی تو جو کچھ خرچ کیا سب برباد کر دیا خوب خرچ کرو صرف اللہ کی رضا کیلئے

عن اسماء رضی اللہ عنہ قالت قال رسول اللہ ﷺ انفقی ولا تحصی فیحصی اللہ علیک ولا توعی فیوعی اللہ علیک انفقی مااستطعت (متفق علیہ)

''حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ خرچ کرتی رہو اور شمار نہ کرو۔ کبھی اللہ بھی تم پر شمار نہ کرنے لگے۔ اور مال کو بند نہ کرو کہیں اللہ بھی تم پر بند کر لے۔ جتنا ہو سکے خرچ کرتی رہو۔'' (بخاری و مسلم)

عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ قال اللہ تعالیٰ انفق یا ابن ادم انفق علیک (متفق علیہ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ (بخاری و مسلم)

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان الصدقتہ التطفی غضب الرب و تدع میتہ السوء ____ (الرواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ صدقہ خدا کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دور کرتا ہے۔'' (ترمذی شریف)

صدقہ غضب الٰہی دور کرتا ہے اللہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے کہ صدقہ کرنے والا برے خاتمہ سے بھی محفوظ رہتا ہے اور ایسی موت سے بھی محفوظ رہتا ہے جس سے عام طور پر لوگ پناہ چاہتے ہیں جیسے گاڑی یا ہوائی جہاز کے حادثہ کی موت جس سے مرنے والے کے جسم تک کا پتہ نہیں چلتا یا چہرہ ایسا بگڑ جاتا ہے کہ اسے پہچاننا تک دشوار ہو جاتا ہے۔

جو مال و دولت اہل و عیال پر خرچ کیا جاتا ہے اگر ہم اس پر بھی اللہ سے ثواب کی توقع کر لیں اور اس نیت سے خرچ کریں کہ اللہ ہی نے اپنے چند بندوں کی خدمت میرے سپرد کی ہے جو میرے اہل و عیال کہلاتے ہیں پس میں اللہ کی رضا ہی کیلئے اللہ کے ان بندوں کی خدمت کرتا اور انہیں خوش رکھتا ہوں، تو نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق اللہ ہمیں ضرور ثواب دے گا۔

عن ابی مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا انفق المسلم نفقة علیٰ اهله وهو یحتسبها کانت له صدقة

''حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا مسلمان جب اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اور اس سے ثواب کی توقع رکھتا ہے تو یہ بھی اس کیلئے صدقہ ہی شمار ہوتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

صدقہ مردوں کو ثواب پہنچانے کا بھی بہترین ذریعہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان کے اپنے عمل نماز، روزہ وغیرہ تو ختم ہی ہو جاتے ہیں اب وہ قبر میں انتظار کرتا ہے کہ کوء اس کا عزیز یا دوست اس کیلئے ثواب کا تحفہ بھیجے صدقہ و خیرات کا ثواب مردوں کو بھی پہنچتا ہے اور کرنیوالے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ میرے آقا ﷺ فرماتے ہیں۔

عن عائشة رضی اللہ عنہ قات ان رجلاً قال النبی ﷺ ان امی افتلتت نفسها واظنها لو تکلمت تصدقت فهل لها اجر ان تصدقت قال نعم

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی مکرم ﷺ سے عرض کیا میری ماں اچانک مرگئی اگر اس کو بات چیت کرنے کا موقعہ ملتا تو وہ ضرور صدقہ وخیرات کی وصیت کرتی۔ پس اگر میں صدقہ دوں تو کیا اس کو ثواب ملے گا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔'' (بخاری ومسلم)

صدقہ اگرچہ شرعی اعتبار سے مال ودولت خرچ کرنا ہے لیکن یہ لفظ ہر نیکی کیلئے عالم ہے کسی نیک کام میں وقت خرچ کرنا وقت کا صدقہ ہے۔ مساجد ومدارس کی تعمیر جلسوں اور مذہبی تقریبات وغیرہ کا ہاتھ پیروں سے کام کرنا جسم کا صدقہ ہے۔ لوگوں کو تعلیم دینا علم کا صدقہ ہے اچھی باتوں سے کسی کا دل بہلانا زبان کا صدقہ ہے۔ غرضیکہ صدقہ ایک نہایت ہی عام لفظ ہے مسلمانوں کا ہر عمل صدقہ کے ثواب اور اسکی برکتوں کے حصول کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ

کل معروف صدقۃ یعنی ہر بھلائی صدقہ ہے۔

''معروف'' بھلائی یعنی ہر نیکی ظاہری عبادت جو مخلوق کی خدمت اپنی بھلائی کا کوئی کام ہو یا دوسروں کے فائدے کا، سب ہی ''معروف'' ہے اور ہر'' معروف'' صدقہ ہے اسی لئے حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ہم تک پہنچایا

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تحقرن من المعروف شیئا ولو ان تلقی اخاک بوجہ طلیق (رواہ مسلم)

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کسی نیکی کو بھی معمولی نہ سمجھو۔ خواہ یہی ہو کہ تم اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو۔'' (مسلم)

ایک اور حدیث ہے جس سے مزید وضاحت کے ساتھ بات سمجھ میں آتی ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

علیٰ کل مسلمصدقۃ قیل ارایت ان لم یجد قام یعتمل بیدیہ فینفع نفسہ ویتصد فال قیل ارایت ان لم یستطع قال یعین ذاالحاجۃ الملھوف قال قیل لہ ان لم یستطع قال یامر بالمعروف اوبا لخیر فقال ارایت ان لم یفعل قال یمسک عن الشفانھاصدقۃ

''ہر مسلم پر صدقہ ہے آپ سے پوچھا گیا یہ بتلائیں اگر وہ (صدقہ کو) نہ پا سکے آپ نے فرمایا اپنے ہاتھوں سے کمائے اور اپنے آپ کو نفع پہنچائے اور صدقہ کرے عرض کیا گیا اگر یہ بھی نہ کر سکے فرمایا کسی مجبور پریشان آدمی کی مدد کرے پوچھا گیا اگر یہ بھی نہ کر سکے فرمایا نیکی کا حکم دے کہا گیا اگر یہ بھی نہ کر سکے فرمایا برائی سے باز رہے یہ بھی صدقہ ہے۔

صحابہ نے عرض کیا اگر وہ یہ بھی نہ کرے آپ نے فرمایا تو خود ہی برائی سے رکے، اللہ کی رحمتیں نازل ہوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جنہوں نے نبی کریم علیہ السلام سے سوال کر کر کے ہمارے لئے دین کی ہر بات کو واضح کر دیا اور قربان جایئے صاحب شریعت نبی رحمت ﷺ کے کہ آپ ﷺ نے ہمارے لئے نہ صرف دین کو آسان کر دیا بلکہ ہماری دنیا کو بھی دین بنا دیا۔

بہرحال صدقہ اللہ کے نام پر دولت خرچ کرنا بھی ہے اور ہر نیک کام بھی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بس آپ نیک عمل کرتے رہیں، صدقہ ہو گیا اور اپنی دولت سے ایک پیسہ بھی اللہ کے نام پر نہ دیں کہ اصل صدقہ دولت ہی کا خرچ کرنا ہے مسلمان کی اصل آزمائش دولت سے ہی ہوتی ہے

کیونکہ فطرتاً انسان کو دولت سے بہت محبت ہوتی یہ دولت ہی مسلمان کو ولی بنا دیتی ہے اور یہی مسلمان کو باغی و نافرمان کر دیتی ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ط وما تنفقوا من شی ءٍ فان الله به علیمO

''تم کامل نیکی کا مرتبہ ہرگز نہیں پا سکتے جب تک اللہ کی راہ میں اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے کچھ خرچ نہ کرو اور جو کچھ تم خرچ کرو گے بلاشبہ اللہ اسے جانتا ہے۔'' (آل عمران:۹۲)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنی تو نبی کریم علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ میرے پاس ایک باغ ہے جو مجھے نہایت پسند ہے۔ میں اسے اللہ کیلئے پیش کرتا ہوں قبول فرمایئے حضور ﷺ نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور حکم دیا جاؤ اسے قریبی رشتے داروں میں تقسیم کر دو۔

اس آیت کو پڑھنے اور سننے والے بھی اگر اپنی دولت کا کچھ حصہ یا اپنی کوئی بھی پسندیدہ چیز اللہ کیلئے خرچ کر دیں تو یقیناً ان سے اللہ کے رسول ﷺ اسی طرح خوش ہوں گے جس حضرت طلحہ سے خوش ہوئے اور یقیناً انہیں بھی وہی ثواب نصیب ہوگا۔ جو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

افضل الصدقة ان تشبع کبداً جائعاً

''بہترین صدقہ یہ ہے کہ تم کسی بھوکے کا پیٹ بھر دو۔''

رحمت کائنات ﷺ کا یہ ارشاد صرف بھوکے انسان ہی کے لئے نہیں بلکہ اس میں بھوکے پیاسے جانور بھی شامل ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتاتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

''اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی بدکار عورت بخش دی جس نے ایک کتے کو پیاس سے تڑپتا دیکھا تو پانی پلا کر اس کی جان بچا دی''

اسی لئے اکثر بزرگوں کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ جس طرح انسانوں کے لئے صبح سے شام تک لنگر یعنی عام کھانے کا انتظام کرتے تھے اسی طرح جانوروں کے لئے بھی کھانے پینے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ بعض بزرگوں نے اپنے تجربہ کے مطابق رزق میں برکت کا ایک عمل یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ''اگر آپ اپنے گھر میں پرندوں کے لئے دانہ پانی کا انتظام رکھیں کہ پرندے آتے رہیں اور کھاتے پیتے رہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے رزق میں بے انتہا برکت دے گا''

بہاحال اصل صدقہ اللہ تعالیٰ کے لئے دولت خرچ کرنی ہے۔ کیونکہ

مسلمان دوسرے کی ضرورت پوری کرنے ان کی ایذاء اور تکلیف دور کرنے کا ذمہ دار ہے جسکا بڑا ذریعہ دولت ہی خرچ کرنا ہے کہ آپ کی دوسری نیکیوں سے نہ ضرورت مند کو کپڑا مل سکتا ہے نہ اس کی بھوک پیاس ختم ہو سکتی ہے۔

اسلام چاہتا ہے کہ مسلم سوسائٹی میں غربت و جہالت دور دور تک نظر نہ آئے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے ذمہ دار دولت مند مسلمان ہی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت پر قبضہ جمائے نہ بیٹھے رہیں۔ بلکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان پر دولت برسائی اسی طرح وہ اس کو پانی کی طرح بہا کر اس سے اپنے معاشرے کی غربت و جہالت کی غلاظتیں دھو دیں۔ پس اٹھئے تلاش کیجئے، علماء کو علم کی اشاعت و تبلیغ میں ان کا تعاون کیجئے۔ اس طرح کسی مسلمان کے گھر جہالت کی تاریکی نہ رہے۔ جلدی کیجئے اللہ تعالیٰ کی راہمیں جو کچھ خرچ کرنا ہے اس میں دیر نہ کیجئے۔ اپنے آقا ﷺ کے ارشاد

پر عمل کیجئے، جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بیان کیا ہے۔

بادروا بالصدقة فان البلاء لا يتجظاهما

''صدقہ کرنے میں جلدی کرو کہ بلا صدقہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی''

مصیبت و بلا کا خطرہ ہر وقت موجود ہے صدقہ کر کے اس کو ٹالو، مصیبت مصیبت آنے کے بعد اٹھے تو بہت دیر کر دی۔ کیا پتہ صدقہ کرنے کے لئے کچھ باقی رہے یا نہ رہے۔ بہتر ہے ابھی اور اسی وقت یہ نیکی کر لو فرمایا گیا

یاایھا الـذین امنوا انفقوا ممارزقنکم من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیه ولا خلة ولاشفاعة ط والکفرون هم الظلمونO

''اے ایمان والو! اللہ نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس سے خرچ کر دو قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جسمیں نہ کاروبار ہوگا اور نہ دوستی ہوگی اور نہ شفا ہوگی اور کافر ہی ظالم ہیں'' (بقرہ۔۲۵۴)

موت کا دن آنے سے پہلے، قیامت کا دن آنے سے پہلے جو صدقہ کرنا ہے کر لو یہ مت سوچو کہ اولاد کو وصیت کر دیں گے کہ ہماری دولت کا اتنا حصہ اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ کر دیا جائے۔ جو کام خود کر سکتے ہو وہ دوسروں پر کیوں چھوڑتے ہو۔ اولاد پر جتنا چاہو بھروسہ کرو لیکن اس معاملہ میں ہر گز بھروسہ نہ کرو۔ اولاد نے اگر تمہاری وصیت پر عمل نہ کیا اور تمہارے لئے کچھ خرچ نہ کیا تو تم تو عذاب قبر میں تڑپتے ہی رہو گے۔ اکثر دیکھا یہی گیا ہے کہ اولاد باپ کی دولت پر قبضہ ہی کرنا جانتی ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے باپ کی چھوڑی ہوئی دولت میں ہمیشہ کے لئے ایک حصہ مقرر کر دیا جائے اور اس حصہ کا منافع مردہ والدین کو ثواب پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جاتا رہے تا کہ جس باپ نے ساری زندگی محنت کر کے سب کچھ اولاد کے لئے چھوڑ دیا اس باپ کو بھی اس دولت سے ہمیشہ فائدہ پہنچتا رہے۔

''حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں ام سعد کا انتقال ہو گیا۔ وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ بہترین صدقہ کون سا ہے جو میں اپنی ماں کے لئے کروں اور اس کو ہمیشہ اس کا ثواب ملتا رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایک کنواں کھدوا دو''

یہ کنواں چند دن پہلے تک مدینہ منورہ میں موجود تھا۔ جس کو ''بئر ام سعد'' کہا جاتا تھا۔ اندازہ کیجئے کتنے انسانوں اور جانوروں کی اس سے پیاس بجھی ہوگی۔ ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کتنا ثواب پہنچا ہوگا۔ ایسا ہی کوئی کام آپ بھی اپنے والدین کیلئے کیجئے۔ اگر والدین نے آپ کے لئے دولت چھوڑی، جس سے آپ خوب کما رہے ہیں۔ تب تو یقیناً! ان کا حق ہے کہ ایک حصہ والدین کے لئے مقرر کر دیا جائے اور اس کا نفع اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ ہوتا رہے اور اگر دولت نہ بھی چھوڑی ہو تبھی ان کا حق ہے کہ آپ جو کچھ کما رہے ہیں یہ ماں باپ ہی کی محبت و شفقت کا نتیجہ ہے۔ یاد رکھئے! ماں باپ کا حق کبھی ختم نہیں ہوتا، چاہے وہ زندہ ہوں یا مر چکے ہوں۔ جو یہ حق ادا کرتا رہتا ہے وہی ہمیشہ خوش و خرم رہتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ماں کے ایصال ثواب کے لئے کنواں کھدوانے کا حکم دیا کہ اس وقت پانی کی بے حد کمی تھی اور لوگوں کے لئے پانی کا انتظام بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ پس حدیث شریف کے مطابق کنواں کھدوانا افضل صدقہ نہیں بلکہ وقت کی ضرورت کے مطابق کوئی کام کرنا افضل صدقہ ہے۔ ہمارے اس دور میں پانی روشنی وغیرہ کی کوئی تکلیف نہیں کہ اب تو یہ ہر گھر میں شہروں دیہاتوں جنگلوں تک میں موجود ہے۔ اس وقت ہمارے نزدیک سب سے افضل صدقہ دین کی تبلیغ و اشاعت میں تعاون کرنا ہے کہ لوگ دن بدن علم دین سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ گھروں میں ظاہری چمک دمک کے باوجود ہمارے دل جہالت میں ڈوب رہے ہیں ہماری ساری الجھنوں کا سبب صرف علم کا تعاون کیجئے

جو مذہبی لٹریچر کے ذریعہ ہمارے گھروں کو حقیقی نور سے چمکا دیتا ہے حضرت شافعی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے

فان العلم نور من الله

''بے شک علم اللہ کا نور ہے''

اسی نور سے درحقیقت مسلمانوں کے گھر دل اور چہرے چمکتے ہیں آج گھروں میں اسی نور کی ضرورت ہے۔قرآن کریم کی متعدد آیات اور نبی کریم علیہ السلام کے ارشادات سے صدقہ کی تاکید واضح ہے جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ دول دینے والا حقیقت میں اللہ ہی ہے۔لیکن انسان کی عجیب فطرت یہ ہے کہ وہ دولت کو اپنا سمجھ بیٹھتا ہے اور اول تو وہ کسی کو دینا ہی نہیں چاہتا اگر دیتا بھی ہے تو انے مفاد کیلئے یا کم از کم احسان جتانے کیلئے پس صدقہ کی تاکید فرما کر انسان کو آزمانا مقصود ہے کہ اگر وہ اپنا اور دولت کا حقیقی مالک اللہ ہی کو جانتا ہے تو اللہ کیلئے دولت خرچ کرنے کا موقع تلاش کرتا رہے گا اور خوش ہو کر دل کھول کر صدقہ کرے گا جیسا کہ صحابہ کرام امہات المومنین اور دیگر بزرگوں نے کر دکھایا لیکن جو شخص دولت کو اپنا سمجھ بیٹھا تو اس کیلئے اللہ کو قرض دینا صدقہ کرنا بہت ہی مشکل ہوتا شیطان اس کو سوجھاتا رہتا ہے کہ اگر تو نے کسی مسجد و مدرسے دینی ادارے یا غریبوں پر دولت خرچ کی تو یہ بیکار خرچ ہے۔اس سے بنک بیلنس میں کمی کے سوا کچھ نہیں۔پس یہی شخص نامراد ہو گیا برباد ہو گیا۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک واقعہ موجود ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے تین آدمیوں کا واقعہ سنایا کہ ان میں ایک کوڑھی دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا تھا۔تینوں نہایت بدحال تھے لوگ ان سے نفرت کرتے تھے لیکن یہ تینوں آپس میں بہت گہرے دوست تھے۔اللہ نے ان کو انسانون کیلئے عبرت اور مثال بنایا اس طرح کہ ان کے پاس انسانی شکل میں ایک فرشتہ آیا جس نے ان سے ان کی دلی خواہش اور ضرورت پوچھی، ہر ایک نے فرشتے سے اپنی بیماری دور ہونے اور دولت مند بنے کی خواہش ظاہر کی جو پوری کر دی گئی یہ تینوں صحت مند بھی ہو گئے دولت مند بھی اور چند ہی دن میں ان کو اپنی سوسائٹی میں عزت بھی مل گئی کچھ عرصہ بعد وہی فرشتہ سائل بن کر ان کے پاس آیا۔اس نے کوڑھی سے کہا میں ایک مسافر ہوں سفر میں ہوں میرا سب کچھ ختم ہو گیا تم میری مدد کرو تاکہ میں گھر تک پہنچ سکوں کوڑھی نے فرشتے کی امداد کرنے سے انکار کر دیا اور اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔اس نے کہا میں تمہیں پہچانتا ہوں کیا تم کوڑھی نہ تھے کیا تم غریب نہ تھے آج اللہ نے تمہیں سب کچھ دے رکھا ہے کوڑھی نے صاف انکار کر دیا یہ سب غلط ہے یہ مال تو میرے پاس ہمیشہ سے تھا فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا۔اب فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے بھی یہی گفتگو ہوئی۔پھر فرشتہ اندھے کے پاس گیا اور اس سے بھی سوال کیا اندھے نے کہا بھائی میں اندھا تھا اللہ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے نظر دی یہ دولت دی عزت دی یہ سب کچھ اللہ ہی کا ہے میں کون ہوں کہ اس کے نام پر دینے سے انکار کروں۔پس فرشتے نے کہا بھائی تمہیں مبارک ہو یہ تمہارا امتحان تھا تم کامیاب ہو گئے، تمہارے دونوں ساتھی ناکام رہے وہ اپنی اصلیت بھول بیٹھے تھے۔اللہ کی دی نعمت کو اپنا سمجھ بیٹھے تھے تم نے اپنا سب کچھ اللہ کے نام پر پیش کر دیا پس اللہ تمہارے دولت و عزت میں برکت دے گا اور وہ دونوں پھر پہلے جیسے ہو جائیں گے۔

یہ ہے وجہ کہ صدقہ دینے کی تاکید کی گئی اور جسے صدقہ دیا جائے اس کو تکلیف دینے اور اس پر احسان جتلانے سے منع کیا گیا اور اسی لئے صدقہ کو دولت میں مزید برکت بلائیں اور مصیبتیں ٹلنے کا ذریعہ بتایا گیا۔

ہم خیال کرتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ ہمارا ہے اور جو ہم نے صدقہ کر دیا وہ خرچ ہو گیا حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے دیکھئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن ہم نے بکری ذبح کی سب گوشت تقسیم کر دیا گھر کیلئے صرف ایک دست رکھ لیا (کیونکہ حضور

علیہ السلام کو دست بہت پسند تھا) حضور علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا۔ کہ گوشت میں سے کیا باقی رہا ہے میں نے عرض کیا ایک دست رہ گیا ہے آپ نے فرمایا جو تم نے باقی سمجھا وہ باقی نہیں ہے۔ حقیقت میں باقی وہ گوشت ہے جو تم نے کھانے کیلئے رکھا ختم ہو جائے گا اس کا آخرت میں کوئی معاوضہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

انفقوا خیر الانفسکم (تغابن:۱۶)

ترجمہ: ''خرچ کرو اپنے بھلے کیلئے''

باقی وہ ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ ہو گیا بھلائی اس میں ہے جو صدقہ کر دیا گیا پس یہ احمقانہ خیال ہے شیطانی وسوسہ ہے کہ اللہ کیلئے خرچ کرنے سے دولت میں کمی آتی ہے اگر ایمان یہ ہے کہ رزق دینے والا اللہ ہے تو عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی راہ میں خرچ کرنے سے رزق میں کمی نہیں بلکہ زیادتی برکت ہوتی ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ عقلمند کون ہے آپ نے فرمایا عقلمند وہ ہے جو اپنے مال کو ایسی جگہ محفوظ کر جہاں اسے نہ کیڑا لگے نہ چوری ہو یعنی آسمانوں میں اللہ کے پاس۔

اولیاء کرام اور بزرگان دین کی زندگی بلاشبہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے صدقہ و خیرات کی اہمیت کا اندازہ کرنے اور اس کا ڈھنگ سیکھنے کیلئے بھی ان حضرات کی زندگی میں ہمارے لئے بہترین نمونہ موجود ہے۔ غور فرمایئے اور عمل کی کوشش کیجئے۔

لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو دیگر وصیتوں کے علاوہ ایک وصیت یہ بھی کی کہ اگر تم سے خلاف شرع کوئی کام ہو جائے تو صدقہ کرو چاہے ایک روٹی ہی ہو۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس شخص کا صدقہ قبول نہیں کرتا جو اپنی خیرات کے ذریعہ محتاج پر سختی کرتا ہے۔ (یعنی کسی کو صدقہ دینے کر بوقت ضرورت اس کی مدد کر کے اس پر احسان جتاتا عام لوگوں کے سامنے اس کو شرمندہ کرتا یا طعنے دیتا رہتا ہے۔)

حضرت امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو میرا صدقہ یا احسان قبول کرلے اس کا مجھ پر احسان ہے اور وہ میرے احسان سے بہتر ہے کیونکہ اس نے مجھ سے میرا صدقہ قبول کرلیا۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ارشاد ہے کہ جو سوال کرنے والے کو خالی ہاتھ لوٹا دے اس کے گھر میں سات دن تک رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو نعمت دیتا ہے اور دیکھتا ہے کہ وہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے پس اگر وہ کھلے دل سے خوش ہو کر ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتا ہے تو اللہ بھی اس پر اپنے انعامات جاری رکھتا ہے اور اگر وہ بندوں سے منہ پھیر لیتا ہے ضرورت مندوں کو حقیر سمجھنے لگتا ہے تو اللہ بھی اس کو نعمتوں سے محروم کر دیتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جب کسی سائل کو اپنے دروازے پر دیکھتے تو بہت ہی خوش نظر آتے سائل کے ایک مہمان جیسا برتاؤ کرتے اس کی بڑی عزت کرتے ضرورت پوری کرتے آنے کا شکریہ ادا کرتے اور فرماتے۔'' مرحبا آپ نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ میرے گناہ صاف کرانے آپ میرے دروازے پر آئے (یعنی صدقہ دینے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو جو ہم سے کچھ مانگنے آئے وہ واقعی بڑا قابل قدر ہے کہ اس کے ذریعہ ہمارے گناہ معاف ہوں گے۔)

حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے یہاں فقراء اور مہمانوں کیلئے ہمیشہ ایک شخص ابوالفتح دکاندار کے یہاں سے قرض آٹا آیا کرتا تھا۔ جب خلیفہ وقت یا کوئی اور مرید آپ کو ہدیہ پیش کرتا تو اس سے دکاندار کا قرض ادا کر دیا جاتا تھا۔ (لیکن کبھی لنگر میں کمی نہ ہونے پاتی تھی)۔

ایک مرتبہ جامع مسجد میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے کسی تاجر نے سوال کیا کہ میں اپنی کچھ دولت صدقہ کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے کوئی مستحق (غریب) نظر نہیں آتا کس کو دوں آپ نے فرمایا مستحق، غیر مستحق نہ دیکھو تمہیں صدقہ کرنا ہے تو کر دو (آج بعض لوگ سوال کرنے والوں کو بھی نہیں دیتے بہانہ یہ کرتے ہیں کہ ہو سکتا یہ شخص جھوٹ بول رہا ہو۔ حقیقت میں ضرورت مند نہ ہو حالانکہ صدقہ کرنے والے کی ذمہ داری یہ تحقیق کرنا نہیں کہ کون ضرورت مند ہے کون نہیں جو صدقہ کرنا چاہتے وہ صدقہ کر دیں ثواب پائیں گے۔)

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے دربا میں ایک صاحب حاضر ہوئے جو اپنے ایک دوست کا قرضہ ادا کرنے کیلئے احباب سے چندہ کر رہے تھے امام صاحب سے بھی انہوں نے کچھ امداد کی گزارش کی کہ آپ نے پوچھا ان صاحب پر کتنا قرض ہے، بتایا گیا چار ہزار درہم آپ نے فرمایا یہ سب رقم میں دے دیتا ہوں تم قرض خواہوں کو دیدہ کہ چندہ کرنے میں تمہیں تکلیف ہوگی اور جن کیلئے چندہ ہو رہا ہے انہیں شرمندگی ہوگی۔ (یہ ہے افضل صدقہ، کہ ضرورت مند مانگنے تک نہ آیا اور اس کی ضرورت پوری کر دی گئی)۔

آپ خاص طور پر علماء اور طالب علموں کا بیت حد تعاون فرماتے تھے تا کہ یہ سکون ساتھ علم دین کی خدمت کر سکیں۔ حال یہ تھا کہ رمضان، عید وغیرہ کے موقع پر علما اور طالب علموں کو تلاش کر کر کے تحفے دیا کرتے تھے اور ان کے علمی وقار کا خیال کر کے انہیں اپنے دروازے پر نہ بلاتے بلکہ خود ان کے پاس تشریف لے جاتے تھے، علماء کے تعاون کا ایک عجب طریقہ آپ نے یہ نکالا تھا کہ ان سے کچھ پیسے لے لیتے تھے یہ کہہ کر میں ان سے تجارت کر کے آپ کو حصہ دیتا رہوں گا۔ پھر ہر ماہ انہیں وظیفہ دیتے رہتے تھے ایسا اس لئے کرتے کہ علماء کو رقم لینے میں شرم نہ آئے وہ یہی سمجھتے رہتے تھے کہ ہمیں تجارت کا حصہ مل رہا ہے جبکہ حقیقت میں یہ امام صاحب کی طرف سے ان کی امداد ہوتی تھی۔

علماء ہر دور میں مالی طور پر کمزور ہی ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنی علمی مصروفیات کے باعث کوئی کاروبار وغیرہ نہیں کر پاتے اور علمی وقار کی وجہ سے وہ کسی سے سوال بھی نہیں کر سکتے جبکہ ان کے اخراجات عام لوگوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ پس ان کی امداد دین سے محبت رکھنے کی علامت ہے اور اس کا دوہرا ثواب ہے کہ یہ صرف صدقہ نہیں بلکہ علم دین کی تبلیغ و اشاعت میں حصہ لینا بھی ہے امام صاحب رضی اللہ عنہ نے اس کی ابتداء کی اللہ آپ پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ آج کے دولت مندوں کو آپ کی تقلید کی توفیق عطا فرمائے تا کہ علماء جن کی مالی مشکلات ان کے مذہبی کاموں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ آزادی اور سکون کے ساتھ قوم کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دین پہنچا سکیں۔

مختصر یہ کہ صدقہ ایک بڑی عبادت ہے، بیماریوں بلاؤں اور مصیبتوں سے نجات کا ذریعہ ہے مسلم سوسائٹی سے غربت و جہالت کو ختم کرتا ہے نبی مکرم ﷺ کی سنت ہے صحابہ کرام، اولیاء صالحین کا وطیرہ رہا ہے۔ اہل اسلام کی اسلام سے محبت کی نشانی ہے قبر و حشر کی تاریکی اندھیرے سے نجات کا ضامن ہے پس ہر ایک کو اپنی حیثیت کے مطابق صدقہ کرنا چاہئے۔

اے اللہ تو گواہ ہو کہ گنہگار راقم الحروف نے صدقہ کا یہ مضموی اسی نیت سے قلمبند کیا کہ یہ اس کے علم ناقص کا صدقہ بنے قارئین اس صدقہ کو قبول کر لیں تو یہ اس فقیر کیلئے ذریعہ نجات ہو اللہ عمل کی توفیق عطا فرما کہ تو ہی توفیق دینے والا ہے۔

آمین بجاہ رحمۃ للعالمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سید نا محمد وعلی الہ و اصحابہ اجمعین

سعودی عرب میں شائع ہونے والی کتاب ''عقیدة المسلم'' کے جواب میں

قسط وار سلسلہ

گذشتہ سے پیوستہ

مسلمان کا عقیدہ

نوجوان مذہبی سکالر جناب علامہ غلام مصطفےٰ مجددی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امرِ دوم: ڈرنا، تو کسی بزرگ دین کو خدا سمجھ کر اس سے ڈرنا یقینی شرک ہے، جس سے ساری امت محفوظ ہے، ہاں اسے مقرب بارگاہ سمجھ کر ڈرنا اور اسے مظہر جلال کبریا سمجھ کر ڈرنا عین توحید ہے، اصل ایمان ہے، حضور پرنور ﷺ نے اپنے خصائص بیان کرتے ہوئے فرمایا، نصرت بالرعب، میری رعب سے مدد کی گئی، آپ کے چہرۂ اقدس کی جلالی کیفیتوں سے ہر انسان کا پتا پانی ہوجاتا تھا، حضرت امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ وہ اپنے غلام کو مار رہے تھے، حضور ﷺ تشریف لائے تو ان کے ہاتھ سے کوڑا چھوٹ گیا۔ گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے جلال سے ڈرتے تھے، یہ تو وہ بارگاہ ہے جہاں جنید و بایزید کا سانس گم ہوجاتا ہے، آج بھی دیکھ لیں، روضہ مصطفیٰ پر ہیبت مصطفیٰ کے ایسے اثرات طاری ہیں کہ زائرین کے جسم سے جیسے روح نکل چکی ہو، یہ رسول کریم ﷺ کا احترام ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ دو آدمی مسجد نبوی میں بلند آواز سے گفتگو کر رہے تھے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو اشارے سے پاس بلایا اور شدید سرزنش فرمائی، انصار مدینہ نے آپ کا جلال دیکھا تو کہا، ہم اللہ اور رسول اللہ کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کا فضل سب سے زیادہ ہے (مصنف ابن ابی شیبہ)، حیرت ہے حضرت شیخ بزرگان دین سے ڈرنے کو شرک سمجھتے ہیں، جبکہ والدین سے اولاد کا ڈرنا، اساتذہ سے شاگرد کا ڈرنا ان کے آداب کا تقاضا ہے، حالی کہتے ہیں۔

جس کو خدا کی شرم ہے وہ ہے بزرگ دین
دنیا کی جس کو شرم ہے مرد شریف ہے
جس کو کسی کی شرم نہیں ، اس کو کیا کہوں
فطرت کا وہ رذیل ہے ، دل کا کثیف ہے

امر سوم: امید وابستہ کرنا، تو کسی بزرگ دین کو خدا سمجھ کر اس سے کوئی امید وابستہ کی جائے تو یقینی شرک ہے، اس سے ساری امت محفوظ ہے، اسے اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ سمجھ کر امید وابستہ کی جائے تو تعلیم اسلامی سے ثابت ہے، کیا حضرت شیخ بھول گئے کہ صحاح ستہ کی احادیث شفاعت میں کتنا واضح مضمون ہے، قیامت کے ہولناک دن ساری مخلوق کی حسرت بھری نگاہیں چہرہ مصطفیٰ ﷺ پر لگی ہوں گی، حضور اکرم ﷺ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے انبیا کرام کی بھی پناہ گاہ ہوں گے، فرمایا، میں قیامت کے دن تمام نسل انسانی کا سردار ہوں، حضور نبی کریم ﷺ واقعی اللہ کے فضل سے امید گاہ ہیں، ارشاد خداوندی ہے، جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو تیرے پاس آجائیں، اور اللہ سے توبہ کریں، اور رسول بھی

ان کے لئے سفارش کرے تو اللہ تو بہ قبول کرنے والا مہربان ہے، (سورۃ النساء) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں لوگ اپنی مشکل آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتے تھے، بارش کی دعا کراتے، کٹے ہوئے بازو کا علاج کراتے، نکلی ہوئی آنکھ کی شفا طلب کرتے، آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑتے، جنت مانگتے، ہاں ہاں، حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے یہی تو کہا تھا، انی اسلك مرا فقتك فى الجنه، میں آپ ﷺ سے جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت طلب کرتا ہوں، (مسلم شریف) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تکیہ کلام تھا کہ جہاں وہ اللہ کا ذکر کرتے، ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ، کیا آپ ایک مکان لے کر جنت میں ایک مکان کی ضمانت دیتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں، (مسند احمد) حضرت زہیر بن صرد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا،

امنن علينا رسول الله فى كرم

فانك المرء توجوة وتدخر

ترجمہ: یا رسول اللہ ﷺ آپ ہم پر کرم کریں، کیونکہ آپ کی طرف امید وابستہ کی جاتی ہے، (طبرانی شریف) آپ ہی فیصلہ کریں کہ کون سچا ہے، صحابی یا وہابی؟

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

بنت ان رسول الله او عدنى	والعفو عند رسول الله مامول
فقد اتيت رسول الله معتذراً	والعذر عند رسول الله مقبول

ترجمہ: آپ ﷺ نے میرے قتل کی وعید سنائی حالانکہ آپ سے درگزر کی امید رکھی جاتی ہے، میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں کہ اس بارگاہ میں معافی قبول ہوتی ہے، (سیرت ابن ہشام)

اولیا کرام حضور کے نائب ہیں، وہ بھی اللہ کے حکم سے امید گاہ ہیں، قیامت کے دن ان کی شفاعت بھی برحق ہے، اور احادیث سے ثابت ہے، حدیث میں ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی سے بھلائی کا کام لیتا ہے تو اس سے مخلوق کی حاجت روائی کا کام لیتا ہے، (شعب الایمان ۶/۱۱۷) اور فرمایا، اللہ کے کچھ بندے لوگوں کی حاجت روائی کے لئے خاص ہیں، يفزع الناس اليهم فى حوائجهم، لوگ گھبرا کر ان کے پاس حاجتیں بیان کرتے ہیں، یہ لوگ عذاب سے امان میں ہیں، (طبرانی کبیر، کنز العمال ۶/۳۵۰)

قیامت کے دن کا منظر سامنے لائیے، ارشاد خداوندی ہے، تمام دوست آپس میں دشمن بن جائیں گے لیکن متقی دشمن نہیں بنیں گے، (القرآن) معلوم ہوا کہ بندگان خدا ایک دوسرے کا سہارا ہوں گے، ایک دوسرے کو رحمتِ الٰہی کی امید اور نوید سنائیں گے، ساری امت کا صالحین کی شفاعت و وجاہت پر اتفاق ہے،

امرِ چہارم: اعتماد کرنا، تو کسی بزرگ دین کو خدا سمجھ کر اس پر اعتماد کرنا یقیناً شرک ہے۔ اس سے ساری امت محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ سمجھ کر اس کی محبت وہدایت، اعانت وحمایت پر اعتماد کرنا بالکل جائز ہے، اور دراصل یہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہے، حضرت شیخ نے توحید کو مانا، انبیا کو مانا، فرشتوں کو مانا، کتابوں کو مانا، یوم آخرت کو مانا، اسلام اور اس کے ارکان کو مانا، قرآن اور اس کے فیضان کو مانا تو رسول اللہ ﷺ پر اعتماد کر کے مانا یا ویسے ہی مانا، خدا کی عزت وعظمت کی قسم، اگر رسول اللہ ﷺ پر اعتماد نہیں تو پھر کسی چیز پر اعتماد نہیں، پھر ہمارے آباؤ اجداد کا فرو مشرک تھے، انہوں نے صوفیہ کرام کے قول وفعل پر اعتماد کیا تو مسلمان ہو گئے، کیا حضرت شیخ بھول گئے کہ جب کفار مکہ نے معراج رسول کا مذاق اڑایا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا جواب دیا تھا، فرمایا میں تو اس سے بھی زیادہ عجیب باتوں کی تصدیق کرتا ہوں، ہمیں بتایا جائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کس پر اعتماد کیا تھا، کیا خدا تعالیٰ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر وحی نازل فرماتا تھا، ایک لاکھ کئی ہزار صحابہ کرام کس کے اعتبار پر مسلمان ہوئے تھے، آج کہا جاتا ہے کہ

انبیا کرام اور اولیا کرام پر اعتماد کرنا عبادت کی قسم ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون ۔ حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تمام مفسرین امت کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھا ہے،

''غیراللہ سے استعانت اس وقت حرام ہوگی جب انسان صرف اس پر اعتماد کرے، اوراس کو مدد الٰہی کا مظہر نہ جانے، اگراللہ کے اسباب اور حکمت کو سامنے رکھے اور غیراللہ سے ظاہری استقانت کرے تو عرفان الٰہی سے بعید نہیں ہے، اور شریعت میں بھی جائز ہے، اس طرح کی استقانت انبیا واولیا کی بھی ہے، حقیقت میں یہ استعانت غیراللہ سے نہیں، بلکہ اللہ سے ہے، (تفسیر عزیزی سورۃ فاتحہ)

شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی نے مختصر سیرت رسول میں واقعہ لکھا ہے جسمیں عمرو بن سالم نے حضور پرنور ﷺ سے استعانت کی ہے، آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا ہم تیری مدد کو آئیں گے، کسی انسان کو اللہ تعالیٰ کا بندہ سمجھ کر اس سے مدد طلب کرنا اور اس پر اعتماد کرنا کوئی شرک نہیں، حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا، اپنی قوت سے میری مدد کرو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا، کون ہے جو اللہ کے لئے میرا مددگار ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کون ہے جو تخت بلقیس کو حاضر کرے گا، یہ سب واقعات قرآن کریم میں درج ہیں، کیا یہ شرک کی تعلیم ہے، اس میں اسباب کے ماتحت اور اسباب سے ماورا استعانت بھی آرہی ہے، ایک تو یہ قید لگانا بدعت ہے، قرآن وحدیث سے ہرگز ثابت نہیں، دوسرا کیا آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس کو حاضر کرنا اسباب سے ماورا کام نہیں اور کیا، حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنے صحابی کی خداداد صلاحیت پر اعتماد نہیں ۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
غالب وکارآفریں، کارکشا، کارساز

امرِ پنجم : ذبیحہ پیش کرنا، تو کسی بزرگ دین کا جانور کو ذبح کرتے وقت نام لینا یقیناً شرک ہے اور اس سے ساری امت محفوظ ہے، جانور ذبح کرتے وقت سب کہتے ہیں بسم اللہ اللہ اکبر، کوئی بسم عبدالقادر نہیں کہتا، ہاں ذبیحہ کا ثواب اللہ کے بندوں کی ارواح کو پہچانا جائز ہے، اس پر بے شمار دلائل ہیں ۔ کیا حضرت شیخ کو معلوم نہیں کہ ہزاروں زندہ لوگوں کا جانوروں پر نام آتا ہے، مثلاً زید کی گائے، بکر کا مینڈھا، عمرو کی بھیڑ، خالد کی بھینس، قیس کا مرغا وغیرہ، پھران جانوروں پر انسانوں کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک ادا کرلیا جائے تو کیا گوشت حرام ہوگا، اور یہ زید، بکر، عمرو، قیس وغیرہ کی عبادت ہوگی، اسی طرح اگر کوئی جانور پالے تو اس کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے ساتھ منسوب کردے مگر اسے ذبح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرے تو کیسے حرام ہوگیا، کیا غیراللہ ہونے میں زید، بکر اور شیخ جیلانی میں کوئی فرق ہے کہ وہاں شرک نہیں ہوا یہاں ہوگیا، آیئے یہ مسئلہ مفسرین امت کی تفاسیر کی روشنی میں حل کریں، شاید کسی کو عقل آجائے،

۞ ...... حضرت امام بغوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، وما اھل بہ لغیر اللہ، یعنی جو بتوں اور طاغوتوں کے لئے ذبح ہوا اور اصل میں اہلال آواز بلند کرنا ہے اور کفار کا معمول تھا کہ وہ جانوروں کو ذبح کرتے وقت اپنے باطل معبودوں کی شان ظاہر کرتے ہوئے انہی کے نام سے ذبح کرتے تھے ۔ (معالم التنزیل ۱/۱۴۰)

۞ ...... حضرت امام ابوالسعود علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، وما اھل بہ لغیر اللہ یعنی وہ چیز جس کو بت کے لئے ذبح کرنے کے وقت آواز بلند کی گئی ہو، (تفسیر ابوالسعود ۲/۴۹)

۞ ...... حضرت امام فخرالدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، ھو المراد بقولہ وما ذبح علی النصب، اس قول سے مراد ہے جو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو (تفسیر کبیر ۲/۹۰)

۞ ...... یہ مفہوم تفسیر تنویر المقیاس لابن عباس میں، تفسیر خازن، تفسیر روح البیان میں، تفسیر مدارک میں، تفسیر جلالین میں، تفسیر قرطبی میں، تفسیر بیضاوی

میں، تفسیر درمنثور میں، تفسیر مظہری میں، تفسیر بحرالحیط میں، تفسیر مراغی میں، تفسیر ابن کثیر میں، تفسیر جامع البیان میں، تفسیر کمالین میں، مفردات القرآن میں، تفسیر نیشاپوری میں بھی مذکور ہے، گویا امت کے مفسرین کا اتفاق ہے کہ ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام آنے سے چیز حرام ہو جاتی ہے، غیر مقلد مولوی وحیدالزمان صاحب کا فیصلہ بغور پڑھئے،

''وما اهل به لغير الله، مخصوص حیوان کے ساتھ ہے، پھر اس میں اختلاف ہوا اور بعض نے کہا، اس سے مراد ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام پکارنا ہے، پس اگر حیوان پر غیر اللہ کا نام ذکر کیا جائے جیسے کہا جاتا ہے، سید احمد، کبیر کی گائے، شیخ صدرالدین کا مرغ، پھر وہ اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے تو حلال ہے'' (ہدیۃ المھدی ص ۳۹)

مسلمان جو انبیا کرام اور اولیا عظام کے لئے ذبیحے کرتے ہیں تو اس کی صورت صرف ایصال ثواب ہے، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ خود نبی کریم ﷺ اپنی امت کے لئے قربانی کرتے تھے، پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے قربانی دیا کرتے تھے، تو مراد نبی ﷺ اور امت نبی کو ثواب پہنچانا ہے، جو بکرے اور مرغے خانقاہوں اور مزاروں کے قریب ذبح کئے جاتے ہیں، ان کے ذبیحے پر بزرگوں کا نام نہیں لیا جاتا، صرف ان کو ثواب کا ایصال ہوتا ہے، گوشت سے وہاں کے طلبا فقرا اور مسافر لوگوں کی خدمت ہوتی ہے، یہ سارا کام شرک ہے، یا قرب رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے۔

امر ششم: نذر و نیاز ماننا، تو کسی بزرگ دین کو خدا سمجھ کر کوئی چیز نذر و نیاز کے طور پر اس کے حضور پیش کی جائے تو یقیناً شرک ہے، اس سے ساری امت محفوظ ہے، اور اگر اسکو خدا کا مقبول بندہ سمجھ کر نذر بمعنی نذرانہ، ہدیہ، تحفہ پیش کی جائے تو ہرگز شرک نہیں، اس کا ثبوت احادیث سے اخذ ہوتا ہے، مولوی وحیدالزماں صاحب نے کھل کر بیان کیا ہے،

''غیر اللہ کی نذر صریح شرک ہے، کیونکہ نذر عبادت ہے، نبی پاک ﷺ نے فرمایا، بیشک نذر خالص اللہ کے لئے ہے، اور اگر نذر اللہ کے لئے ہو اور اس کا ثواب نبی پاک یا ولی کی روح یا مردوں میں سے کسی کی روح کو پہنچانا ہے تو وہ جائز ہے، اس زمانے میں لوگ اس کو فاتحہ کہتے ہیں، اس کا صریحاً جواز ہے مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی، اور مولانا اسحاق دہلوی نے بیان فرمایا ہے، اور بعض علما نے اس عمل کی اصل کو شرعی نہیں کہا، اس پر ان کو بدعت کا خیال ہے، بعض علما نے اس کا جواز فرمایا ہے کہ اس کی اصل شریعت میں موجود ہے، اور وہ ام سعد اور ابوطلحہ والی حدیث ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے ثابت ہے، اور دوسری روایت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے صدقہ والی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بغیر کسی انکار کے صوفیہ کرام کے نزدیک یہ عمل سند اول ہے۔ اگر نذر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اس کو ہدیہ کے طریقہ پر ثواب پہنچایا جائے تو وہ حلال ہے، فائدہ، ہمارے زمانے کے لوگوں میں رواج ہے کہ طعام پکاتے ہیں کہ یہ اولیا میں سے فلاں ولی اللہ اور انبیا میں سے فلاں نبی کے لئے ہے، پس اس کا معنی نیاز، فاتحہ اور ہدیہ ہے، غیر اللہ کی نذر کا ارادہ نہیں کرتے، بلکہ ان کی روح کو ایصال ثواب کرتے ہیں، پس اس کا حلال ہونا راجح ہے، جیسا کہ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں، (ہدیۃ المھدی ص ۳۸، ۳۹)

ماشاء اللہ غیر مقلد عالم مولوی وحیدالزماں صاحب نے دلائل کے ساتھ گفتگو کی ہے، کاش ان کی برادری کے افراد غور فرمائیں تو کتنا بڑا اختلاف ختم ہو سکتا ہے، مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی نے اس مسئلہ کو بہت واضح کیا ہے، فرماتے ہیں،

''یہاں نذر کا معنی عرفی مراد ہے، اس لئے کہ (لوگ) جو کچھ بزرگوں کی بارگاہ میں لے جاتے ہیں، اس کو نذر و نیاز کہتے ہیں''۔

(نذر و نیاز بزرگان دین ص ۱)

مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب بھی لکھتے ہیں۔

''جو اموات اولیا اللہ کی نذر ہے تو اس کے اگر یہ معنیٰ ہیں کہ اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچے تو صدقہ ہے، درست ہے، جو نذر بمعنیٰ تقرب ان کے نام پر ہے، تو حرام ہے''، (فتاویٰ رشیدیہ ۱/۱۴)

مولوی اسماعیل دہلوی صاحب بھی لکھتے ہیں

''درخوبی ایں قدر امر از امور مرسومہ فاتحہ واعراس ونذر ونیاز اموات شک وشبہ نیست'' (صراط مستقیم ص ۵۵)

مولانا عبدالحی لکھنوی صاحب فرماتے ہیں،

''اگر تقرب خداوند تعالیٰ وجان کشی برائے اوایصال ثواب بکسے منظور باشد حلال است'، (فتاویٰ عبدالحی ۳/۱۰۴)

مزید فرماتے ہیں، معلوم ہوا کہ وہ گائے جس کی نذر اولیا کے لئے مانی جائے جیسا کہ ہمارے زمانے میں رسم ہے، تو وہ حلال اور پاکیزہ ہے، کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا، گو کہ ان کی نذر کے لئے کرتے ہیں۔ (ایضاً ۳/ ۱۰۵)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

''اگر مالیدہ وشیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں بزندہ بخورند مضائقہ نیست، جائز است وطعام نذر اللہ اغنیا راخوردن حلال نیست واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شود پیش اغنیاء راہم خوردن دراں جائز است'' (زبدۃ النصائح ص ۱۳۲)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں،

''حضرت امیر وذریں طاہرہ اور اتمام امت برمثال پیران ومرشداں ے پرستند وامور تکوینیہ راوابستہ بایشاں می دانند ودرودو صدقات ونذر بنام ایشاں رائج ومعمول گردید، چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است، (تحفہ اثناعشریہ ص ۴۴۵)

ہمارے علما کرام کی تصریحات کے مطابق ثابت ہوا کہ ہم مسلمان بزرگان دین کو معبود نہیں مانتے، اُن کے ایصال ثواب کے لیے نذر و نیاز کا اہتمام کرتے ہیں، تو یہ امر کتاب وسنت کے اُصول سے ثابت ہے۔ اس کی تصدیق ان سلفیوں اور اثریوں کے علماء نے بھی کی ہے۔ سعودی علما کو فتویٰ صادر کرتے وقت شیخ ولی اللہ دہلوی، شیخ عبدالعزیز دہلوی کی تحریروں پر اعتماد کرنا چاہیے، نہیں تو مولوی وحید الزماں، مولوی صدیق حسن بھوپالی، مولوی رشید گنگوہی، مولوی اسماعیل دہلوی کی تصدیقات کو ملاحظہ کرنا چاہیے، نہ کہ چندہ خور شکایتی مولویوں کے الزامات اور بدترین خیالات پر چراغ پا ہونا چاہیے،

مذکورہ صدر ایک آیت کا مفہوم: اوپر ہم نے ایک آیت کا ذکر کیا ہے، جس سے تمام شیوخ نجد بار بار استدلال پیش کرتے ہیں، اور گویا کہتے ہیں کہ مشرکین عرب بھی اللہ تعالیٰ کو ہی زمین وآسمان کا خالق ورازق تسلیم کرتے تھے، جبکہ اس تقرب حاصل کرنے کے لئے اپنے معبودوں کی عبادت کرتے تھے، تو آج کل کے ''مشرک'' بھی اپنے بزرگوں کو اس کے تقرب کا وسیلہ سمجھتے ہیں، یہ بھی ایک قسم کی عبادت ہے۔ وہ آیت یہ ہے

الا لـلـه الدين الخالص والذين اتخذوا من دونه اولیا ما نعبد هم الا ليقر بونا الى الله زلفى، یعنی خبردار، اللہ ہی کے لئے ہے خالص دین، اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا اپنے والی بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم اُن کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب پہنچادیں،

اس آیت مبارکہ کی کچھ تفسیر ہم بیان کر چکے ہیں، آیئے اب حضرت شیخ اور تمام علمائے نجد کے روحانی مرشد قاضی شوکانی کی تفسیر نقل کرتے ہیں، انہوں نے لکھا ہے،

''انبیاء وصالحین کے توسل سے منع کرنے والے قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں۔ مـــا نـعـبـد هـم الا

یقربونا......ہم ان کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں، اور فلا تدعوا مع اللہ احدا، اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو، اور لہ دعوۃ الحق والذین یدعون من دونہ ...... اسی کو (معبود سمجھ کر) پکارنا برحق ہے، اور جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو (معبود سمجھ کر) پکارتے ہیں، جو ان کو کوئی جواب نہیں دے سکتے، تو ان آیات سے مانعین کا استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ سورۃ زمر کی آیت میں یہ تصریح ہے کہ مشرکین بتوں کی عبادت کرتے تھے، اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے، وہ اس کی عبادت نہیں کرتا، بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس عالم کے علم کی وجہ سے اس کی اللہ کے نزدیک فضیلت اور وجاہت ہے، اور اس وجہ سے اس کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے۔ اسی طرح سورۃ جن کی آیت میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرکے پکارنے (یا عبادت کرنے) سے منع کیا ہے، مثلاً جو کوئی شخص کہے، میں اللہ اور فلاں کی عبادت کرتا ہوں اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے، وہ صرف اللہ سے دعا کرتا ہے، جیسا کہ ایک غار میں تین شخص تھے، اور غار کے منہ پر ایک چٹان گر گئی، تو انہوں نے اپنے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے دعا کی، اس طرح سورۃ رعد کی آیت میں ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو ان لوگوں کو (معبود سمجھ کر) پکارتے تھے جو انکو کوئی جواب نہیں دے سکتے تھے اور اپنے رب کو نہیں پکارتے تھے، جو ان کی دعا قبول کرتا ہے، اور شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے، صرف اللہ سے دعا کرتا ہے اور کسی اور سے دعا نہیں کرتا، اللہ کے بغیر نہ اللہ کے ساتھ،

(الدر النضید، تحفۃ الاحوذی ۲۸۳/۴)، بحوالہ شرح مسلم سعیدی ۸۰/۷)

ایک اور غیر مقلد عالم علامہ وحید الزماں نے بہت دلائل کے ساتھ اس مسئلہ کو حل کیا ہے،

''جب دعا میں غیر اللہ کے وسیلہ کا جواز ثابت ہے تو اس کو زندوں کے ساتھ خاص کرنے پر کیا دلیل ہے، حضرت عمر نے جو حضرت عباس کے وسیلہ سے دعا کی تھی، وہ نبی ﷺ کے وسیلہ سے نعت پر دلیل نہیں ہے، انہوں نے حضرت عباس کے وسیلہ سے اسلئے دعا کی تھی تا کہ حضرت عباس کو لوگوں کے ساتھ دعا میں شریک کریں، اور انبیا علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اسی طرح شہداء اور صالحین بھی زندہ ہیں، ابن عطا نے ہمارے شیخ ابن تیمیہ کے خلاف دعوی کیا، پھر اس کے سوا اور کچھ ثابت نہیں کیا، کہ بطور عبادت حضور نبی کریم ﷺ سے استعانت کرنا جائز نہیں ہے، ہاں ہاں نبی ﷺ کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عثمان بن حنیف نے اس شخص کو آپ کے وسیلہ سے دُعا تعلیم کی جو حضرت عثمان کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان اس کی طرف التفات نہیں کرتے تھے، اس دعا میں یہ الفاظ تھے، اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی محمد، نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اس حدیث کو امام بیہقی نے سندِ متصل کے ساتھ ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے، کاش میری عقل ان منکرین توسل کے پاس ہوتی، جب کتاب وسنت کی تصریح سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے تو صالحین کا وسیلہ بھی اس پر قیاس کیا جائیگا، اور امام جذری نے حصن حصین کے آداب دعا میں لکھا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیا اور صالحین کا وسیلہ پیش کرنا چاہئے، اور ایک اور حدیث ہے، یا محمد میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، سید (نواب صدیق حسن بھوپالی) نیکہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے، موضوع نہیں ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ایک حدیث میں ہے، میں تیرے نبی محمد، اور موسیٰ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، اس کو علامہ ابن اثیر نے نہایہ میں اور علامہ طاہر پٹنی نے مجمع بحار الانوار میں ذکر کیا ہے، اور امام حاکم، امام طبرانی اور امام بیہقی نے ایک حدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کی اس دعا کو روایت کیا ہے، اے اللہ میں تجھ سے بحق محمد ﷺ

سوال کرتا ہوں، اور ابن منذر نے روایت کیا ہے، اے اللہ تیرے نزدیک محمد ﷺ کی جو وجاہت اور عزت ہے میں اس کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں، علامہ سبکی نے کہا کہ وسیلہ پیش کرنا، مدد طلب کرنا، اور شفاعت طلب کرنا مستحسن ہے، علامہ قسطلانی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے اللہ کی طرف متوجہ ہو کر آہ وزاری کرنے کا متقدمین اور متاخرین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا تھا، حتیٰ کہ ابن تیمیہ آیا، اور اس نے انکار کیا، قاضی شوکانی نے کہا کہ انبیا میں سے کسی نبی، اولیا میں سے کسی ولی اور علماء میں سے کسی عالم کا بھی وسیلہ پیش کرنا جائز ہے، جو شخص قبر پر جا کر زیارت کرے یا فقط اللہ سے دعا کرے اور اس میت کے وسیلہ سے دعا کرے کہ اے اللہ، میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے فلاں بیماری سے شفا دے اور میں اس نیک بندے کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں، تو اس دعا کے جواز میں کوئی شک نہیں، (ہدیۃ المھدی ص ۴۹، ۴۸، ۴۷، بحوالہ شرح مسلم سعیدی ۷/ ۹۷)

اتنی حسین تصریحات کے باوجود بھی اگر کوئی شخص راہ راست پر نہ آئے، اور اس قدر ضدی ہو جائے کہ اپنے اکابر کی بات بھی نہ مانے، قرآن وحدیث کے دلائل بھی قبول نہ کرے تو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے، مزید دیکھئے، حضرت علامہ جمیل افندی علیہ الرحمہ نے اس آیت کریمہ کے حوالے سے جواب دیتے ہوئے لکھا ہے،

''اس اشکال کا جواب کئی وجوہ سے ہے، اولاً بے شک مشرکین بتوں کو معبود مانتے تھے، جبکہ مسلمین صرف اللہ تعالیٰ کو معبود مانتے ہیں، ان کے ہاں انبیا، انبیا ہیں، اور اولیا، اولیا ہیں، وہ ان کو مشرکین کی طرف معبود نہیں مانتے، ثانیاً، بے شک مشرکین کا عقیدہ تھا کہ یہ معبودان باطلہ عبادت کے مستحق ہیں، مسلمین کا یہ عقیدہ نہیں، پس وہ توسل میں کسی ایک کو بھی معمولی سی عبادت کا حقدار تسلیم نہیں کرتے، اور ان کے نزدیک تو عبادت کا حقدار صرف اور صرف اللہ وحدہٗ ہی ہے، ثالثاً، بے شک مشرکین ان معبودان باطلہ کی بالفعل عبادت کرتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے حکایۃً نقل فرمایا ہے، وما نعبد هم الا ليقربونا، اور ہم تو صرف ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں، جبکہ مسلمین اللہ کی جانب انبیا اور صالحین کے توسل میں ان کی عبادت نہیں کرتے، رابعاً، بے شک مشرکین نے اپنے اصنام کی عبادت کا قصد تقرب الی اللہ کے لئے کیا، مسلمین نے انبیا اور اولیا کے توسل کا قصد تقرب الی اللہ کے لئے نہیں کیا کیونکہ اللہ کی طرف تقرب تو عبادت سے ہی ہو تا ہے، اس لئے تو اللہ تعالیٰ نے حکایۃً فرمایا وما نعبد هم الا ليقربونا، بلکہ مسلمین نے انبیا اور اولیا سے تبرک اور استشفاع کا قصد کیا، یاد رہے کہ کسی چیز کا تبرک اس کے تقرب کا غیر ہے، جیسا کہ مخفی نہیں، خامساً، بے شک مشرکین عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ، آسمان میں جسم ہے، ان کے قول ''یقربونا'' سے ظاہر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف تقریب حقیقی کا ارادہ کرتے تھے۔ اور اس پر ان کے قول ''زلفیٰ'' کی تاکید بھی دلالت کرتی ہے، کسی چیز کی تاکید اکثر اسی معنیٰ پر دلالت کرتی ہے جو اس کا مقصود ہوتا ہے، اور وہ ہے معنیٰ حقیقی، نہ کہ مجازی، پس جب ہم کہیں قتلہ قتلاً فہم میں قتل حقیقی کا تصور ابھرتا ہے، نہ کہ شدید چوٹ کا، اس کے برعکس جب ہم صرف قتلہ، کہیں تو اس سے شدید چوٹ کا ارادہ کر سکتے ہیں، اب رہے مسلمین تو وہ ہرگز یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں جسم ہے، اور ان سے دور ہے کہ وہ اس کا ''تقرب حقیقی'' انبیا اور اولیا کے توسل سے حاصل کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا ان پر اس مذکورہ آیت کا حکم چسپاں نہیں ہوتا، ہاں وہابیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ان الله تعالیٰ جسم استوى على عرشه فى السماء بے شک اللہ تعالیٰ جسم ہے، آسمان میں اپنے عرش پر مستوی ہے، وہ تبرک بھی حاصل نہیں کرتے جس کا مسلمانوں نے انبیا اور اولیا کے توسل سے قصد کیا، یہ تبرک اس تقرب کا غیر ہے جو اجسام کی طرف کیا جاتا ہے، لذلك جعلت هذه الا ية

منطبقة علیهم، اس طرح یہ آیت تو وہابیہ پر چسپاں ہوتی ہے، (الفجر الصادق ص ۴۹، ۵۰)

مزید فرماتے ہیں،

''یہاں ہم شرک کی مختلف اقسام بیان کرتے ہیں، اولاً شرک الاستقلال، اور وہ ہے مستقل معبودوں کا اثبات جیسا کہ مجوس کا شرک ہے، ثانیاً شرک التبعیض، اور وہ ہے، زیادہ معبودوں سے ایک معبود کی ترکیب، جیسا کہ عیسائیوں کا شرک ہے، ثالثاً شرک التقریب اور وہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تقرب کیلئے غیر اللہ کی عبادت جیسا کہ جاہلیت کا شرک اور وہ شرک جس کا وہابیہ فتویٰ صادر کرتے ہیں، استغاثہ اور توسل کرنے والے مسلمان کے لئے، اور جس پر ان کے قاعدہ کی بنیاد ہے، تو وہ شرک التقریب ہے جو جاہلیت کی پیداوار ہے.......... یہ امر متحقق ہو گیا ہے تو کسی مشرک جاہلیت کا حال کسی ایک وجہ سے بھی انبیا اور صالحین کا توسل پکڑنے والے مسلمانوں پر چسپاں نہیں ہو سکتا، مشرکین تو بتوں کو اپنا معبود بناتے تھے، اور (الہ) معبود کا معنیٰ ہے، عبادت کا مستحق، وہ بتوں کی عبادت کے استحقاق کا عقیدہ رکھتے، اور اول تو وہ مانتے کہ بت نفع و نقصان دیتے ہیں، پس وہ ان ہی کی عبادت کرتے، جب ان شدید مشرکین پر اس حقیقت کے ساتھ حجت قائم کی جاتی ہے کہ بت تو نفع و نقصان کے مالک نہیں ہو سکتے تو وہ کہتے ما نعبد هم الا لیقر بونا الی الله زلفی، ہم تو ان کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے قریب کر دیں، اب وہابیہ کے لئے کیسے جائز ہے کہ مسلمین موحدین کو ان مشرکین کی صف میں لا کھڑا کر دیں، بے شک مشرکین عرب انبیا، ملائکہ اور اولیا کی بنائی ہوئی تماثیل کی عبادت کے سبب بھی کفر کرتے تھے، ان کو سجدہ کرتے اور ذبیحے پیش کرتے، انبیا، ملائکہ اور اولیا کے بارے میں ان کا یہ اعتقاد بھی تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معبود ہیں، اور ذاتی حیثیت سے نفع و نقصان دیتے ہیں، اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو جھوٹا قرار دیا، اور ان کے اعتقاد کے رد میں بہت سی آیتوں میں مثالیں پیش کیں کہ جو معبود عبادت کا مستحق ہوتا ہے، اس کے لئے واجب ہے کہ وہ اپنے بندے کے لئے نقصان ٹالنے اور نفع پہنچانے کی قدرت رکھتا ہو، اور جن کی (اللہ کے سوا) عبادت کی جاتی ہے، سب حادث ہیں، ربوبیت کے منافی ہیں، اب رہا استغاثہ اور توسل کرنے والا تو وہ اس عبادت اور اس اعتقاد سے بیزار ہے، (الفجر الصادق ص ۵۱)

گویا سب مسلمان انبیا، ملائکہ اور اولیا کو کسی طریقے سے بھی معبود نہیں مانتے، نہ ان کو ذاتی طور پر نقصان ٹالنے اور نفع پہنچانے پر قادر تسلیم کرتے ہیں، ان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے تصور کرتے ہیں، ان کے پاس اتنا ہی اختیار ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا، یہ الگ بات ہے کہ اس ''اتنا'' کو ماپنے کے لئے کوئی پیمانہ ایجاد نہیں کیا گیا، لہٰذا خواہ مخواہ سر کھپانے کی ضرورت نہیں، سب مسلمان، اللہ تعالیٰ کی لامحدود عطاؤں پر ایمان رکھتے ہیں، وہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے عطا کرتا ہے، اس آیت مبارکہ کی مزید تفسیر کے لئے حضرت امام اہل سنت علامہ سید محمد سعید احمد کاظمی قدس سرہٗ کا فکر انگیز واقعہ پڑھئے، فرماتے ہیں،

''میں ایک دن حضور غوث بہا الدین (زکریا) کی بارگاہ اقدس کی زیارت سے صبح کے وقت آ رہا تھا تو ایک غیر مقلد میرے پڑوس میں رہنے والا جس سے بے تکلفی تھی، راستہ میں مل گیا، اور فوراً اشارا کیا کہ آپ وہاں سے آ رہے ہیں تو میں نے کہا، ہاں وہاں سے آ رہا ہوں، کہنے لگا، آپ شرک نہیں چھوڑیں گے، میں نے کہا، بڑا افسوس ہے، ہم تو ان کو وسیلہ مانتے ہیں، ہمارا معبود ''الہ'' ایک ہے، ہم ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم، اذن اور ارادہ کے ماتحت سمجھتے ہیں، یہ (اولیا اللہ) اللہ کے اذن، حکم اور ارادہ کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ کے اذن، حکم اور ارادہ سے یہ سب کچھ کر دیتے ہیں، اس لئے کہ اللہ نے ان کو سبب

بنایا ہے، لہذا ہم ان کو سبب بنا کر جاتے ہیں، کہنے لگا، یہی تو عرب کے مشرکین کہا کرتے تھے، ہمارے یہ بت ہمارے لئے وسیلہ ہیں، میں نے کہا، ارے وہ تو معبود مانتے تھے، قرآن کہتا ہے، ما نعبد هم الی لیقربونا الی الله زلفی، (کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر صرف اس لئے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں، (الزمر آیت:۳) خدا کے قریب کرنے کا عقیدہ تو الگ رہا، خدا کے قریب تو وہ کرے گا، جو خدا کے قریب ہوگا، بت تو خود ہی خدا کے قریب نہیں ہیں، جو خود راستہ بھولا ہوا ہو، وہ کس کو راہ بتائے گا، بلکہ وہ خود اقرار کرتے ہیں، کہ ''ہم عبادت کرتے ہیں'' معلوم ہوا کہ وہ ان کو معبود جانتے ہیں، اور ان کا قرآن مجید میں یوں آیا ہے، اجعل الا لهة الها واحداً یعنی یہ کیسے رسول ہیں جنھوں نے بہت سے معبودوں کا ایک ہی معبود بنادیا ہے، (سورۃ ص آیت ۴) گویا وہ ان کو الہٰ مانتے تھے، اور الہٰ اسے کہتے ہیں جو کسی کے ماتحت نہ ہو، اس لئے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ خدا کا اذن ہو نہ ہو، ہمارا معبود جو چاہے گا، کردے گا، خدا اذن نہ دے، تب بھی یہ ہماری شفاعت کردیں گے، یہ خدا کے اذن کے محتاج نہیں رہے، کیونکہ یہ الوہیت کے درجہ پر فائز ہیں، اور جو الوہیت کے درجہ پر پہنچ جائے وہ خدا کے ماتحت نہیں رہتا، پھر وہ آزاد ہو جاتا ہے۔ جیسے ریاستیں بڑی سلطنت کے آزاد کردینے سے خودمختار ریاستیں بن جاتی ہیں، اب وہ بڑی حکومت کے حکم کے ماتحت نہیں رہتیں، اس طرح خداوند کریم نے ان چھوٹے چھوٹے خداؤں کو آزاد کردیا ہے کہ تم میرے حکم کے ماتحت نہیں ہو، اب تم جو مرضی آئے کرو، نعوذ با لله من ذالك، الحمدللہ! ہمارا یہ عقیدہ نہیں، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب حضرت محمد ﷺ بھی خدا کے حکم کے ماتحت ہیں، لہذا الوہیت کا تصور بھی قائم نہیں ہوتا، اب یہ کہ ہم ان کے پاس کیوں جاتے ہیں، (اسکا ازالہ یہ ہے) اس لئے کہ اللہ نے ہمیں انہیں کا در دکھایا ہے، فرمایا جاء وك (السعید ص۱۰ جون ۲۰۰۴)

مزید فرماتے ہیں'' من دون الله'' کا معنیٰ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم نہ ہو، اللہ تعالیٰ کا کوئی اذن نہ ہو، یعنی اللہ نہ چاہے اور کوئی چاہے کہ میں تجھے فائدہ پہنچادوں گا، تو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ یہ من دون اللہ کا معنیٰ ہے، اور ہمارا من دون اللہ کی سب آیتوں پر ایمان ہے، اور یہ ثابت ہوگیا کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی تنکا نہیں ہلتا اور جہاں اذن آجائے، وہاں مردے بھی زندہ ہوجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابرء ی الا کمه ولا برص و احی الموتیٰ باذن الله..........ہم من دون اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں، تم بھی باذن اللہ کی آیتوں پر ایمان لے آؤ، (ایضا ص ۱۳)

الحمدللہ رب العالمین، دلائل و براھین کی اس کہکشاں نے شکوک کی کتنی ہی تاریکیوں کو کافور کردیا ہے۔ لیکن جن کے مقاصد کچھ اور ہیں اور وہ سب کچھ جان کر بھی التباس کا شکار ہیں تو ان کے مقدر کا کوئی علاج نہیں، حضرت شیخ نے اپنے مقالہ ''انبیا کا عقیدہ توحید'' میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام کے مکالمات بھی نقل کئے ہیں، جن میں انہوں نے معبودان باطلہ کا رد بلیغ فرمایا ہے۔ الحمدللہ، ہمارا ان تمام آیات مبارکہ پر مکمل ایمان ہے، جب ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اور نہ بالذات کسی کو نافع اور ضار تسلیم کرتے ہیں، تو پھر ان کا مصداق ہم نہیں ہوسکتے، البتہ حضرت شیخ اور ان کی آل اولاد کو ضرور غور کرنا چاہئے کہ وہ مشرکین کے رد میں نازل ہونے والے احکام کو انبیاو صالحین اور اولیاو مسلمین پر چسپاں کرکے کسی ایمانی خیانت کا ارتکاب نہ کررہے ہوں،

اللهم ثبت اقدامنا علیٰ الصراط المستقیم

بحرمة نبینا الکریم علیه وآله واصحابه الصلوٰة والتسلیم

جبل اُحد کے
فضائل اور حیات الشہداء

علامہ حافظ محمد نصر اللہ آسوی صاحب (مدینہ شریف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اُحُدٌ جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّہٗ۔ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

(بخاری حدیث نمبر ۱۴۸۲۔ مسلم حدیث نمبر ۱۳۹۲۔ مشکوۃ حدیث نمبر ۲۷۴۶)

حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اُحد پہاڑ کے اوپر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ تھے تو پہاڑ کپ کپانے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاؤں سے مارا اور فرمایا: اے اُحد! ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبی ﷺ، ایک صدیق اور دو شہید رضی اللہ عنہما ہیں۔ (بخاری حدیث نمبر ۳۶۸۶۔ مشکوۃ حدیث نمبر ۶۰۸۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے سب کے انجام سے خبردار ہیں کیونکہ آپ نے فرمایا کہ ان میں سے دو صحابہ شہید ہو کر وفات پائیں گے۔ وہ واقعی شہید ہوئے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ہر چیز آپ کا حکم مانتی ہے کیونکہ آپ ﷺ کے حکم سے پہاڑ رُک گیا۔ اگر انسان اشرف المخلوقات ہو کر آپ کی اطاعت نہ کرے تو کتنے افسوس کی بات ہے۔

حدیث:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبل اُحد جنت کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور جبل عیر دوزخ کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ (وفاء الوفاء جلد ۳ ص ۹۲۶)

حدیث:

طبرانی شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اُحد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ جب تم اُس کے پاس سے گذرو تو اُس کے درختوں میں سے کچھ کھاؤ اگرچہ خاردار درخت ہی ہو۔ (وفاء الوفاء جلد ۳ ص ۹۲۶)

حدیث:

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں۔ چار نہریں جنت کی نہروں میں سے ہیں اور چار جنگیں جنت کی جنگوں میں سے ہیں۔ کہا گیا پہاڑ کون سے ہیں؟

تو آپ نے فرمایا: اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہ جنتی پہاڑ ہے، ورقان جنتی پہاڑ ہے، طور جنتی پہاڑ ہے اور لبنان جنتی پہاڑ ہے اور چار نہریں نیل، فرات، سیحان اور جیحان جنتی ہیں اور چار جنگیں بدر، اُحد، خندق اور حنین ہیں۔ (وفاء الوفاء جلد ۳ ص ۹۲۷)

شہدائے اُحد کی زیارت: اس پہاڑ کے دامن میں جنگِ اُحد ہوئی تھی۔ جس میں خود رسول اللہ ﷺ بھی سخت زخمی ہوئے تھے اور تقریباً ستر جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے۔ جن میں آپ کے چچا سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ کم از کم ایک دفعہ وہاں حاضری ضرور دیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جبل احد اور شہدائے احد کی مستقل نیت کریں اور مسنون طریقہ پر شہدائے احد کو پہلے سلام عرض کریں۔ ان کے واسطے اور ان کے ساتھ اپنے واسطے بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت ورحمت کی اور فلاح ورضا کی دُعا کریں اور اللہ ورسول ﷺ کے ساتھ سچی وفاداری اور دین پر اِستقامت کا اللہ تعالیٰ سے سوال کریں۔

علامہ سمہودی کے بقول وہاں زیارت کے لئے آنے والوں کو چاہئے کہ وہ شہدائے احد پر سلام بھیجنے کے لئے حضرت حمزہ کی قبر یا اس کے شمال مغرب کی سمت ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھیں۔ (ابوابِ تاریخ مدینہ از شیخ علی حافظ ص ۱۴۴)

حدیث:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گذرا اور اُس نے (۱۱ مرتبہ) قل ھو اللہ اُحد (سورہ اخلاص) پڑھی اور اُس کا ثواب مردوں کو پہنچایا تو اُس شخص کو مردوں کی تعداد کے برابر اجر دیا جائے گا۔ اور سارے اہل قبور فاتحہ خوانی کرنے والے کے لئے شفاعت کرینگے (شرح الصدور علامه سیوطی ص۴۰۳ ـحاشیه رد المحتار علی در المختار ج ۲ ص۵۹٦ ـبحث قرأت للمیت باب الدفن ـحاشیه طحطاوی علی مراقی الفلاح جلد ۱ ص۴۱۲ ـ شرح فتح القدیر جلد ۱ ص۱۴۳)

حدیث:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے مُردوں پر سورہ یاسین پڑھو۔

(ابوداؤد حدیث نمبر ۳۱۲۱۔ ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۴۴۸۔ مشکوۃ حدیث نمبر ۱۶۲۲ کتاب الجنائز)

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ امام قرطبی فرماتے ہیں: اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ بوقت موت پڑھی جائے دوسرا احتمال یہ ہے کہ قبر کے پاس پڑھی جائے۔ (شرح الصدور ص ۴۰۴) کتاب الروح ص ۳۵۔ السراج الوہاج از نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد جلد ۲ ص ۵۵)

شارح مسلم امام نووی فرماتے ہیں: زائر کے لئے یہ مستحب ہے کہ جتنا قرآن میسر ہو، پڑھے اور اس کے بعد دعا مانگے۔ (شرح المہذب)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر قبر پر قرآن ختم کیا جائے تو افضل ہے۔

(شرح الصدور ص۴۰۳ ـریاض الصالحین کتاب عیادة المریض باب الدعاء للمیت بعد دفنه)

حدیث:

شیخ ابن قیم لکھتے ہیں: عبدالحق نے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر سورت بقرہ پڑھی جائے۔ امام احمد بن حنبل پہلے اس کا انکار کرتے تھے مگر جب اِنہیں حضرت ابن عمر کے اس قول کا علم ہوا تو انہوں نے اس انکار سے رجوع کر لیا۔

(کتاب الروح ص ۳۳۔ السراج الوہاج از نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد جلد ۲ ص ۵۵)

عرس صالحین کا ثبوت

حضرت عباد بن ابی صالح بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال کے شروع میں شہدائے احد کی زیارت کے لئے جاتے اور یہ پڑھتے: سَلامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ پھر آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین بھی زیارت کرتے رہے۔ (وفاء الوفاء جلد ۳ ص ۹۳۲)

عرس پر منبر رکھنے اور وعظ کرنے کا ثبوت: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک روز شہدائے احد پر نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے۔ جیسے میت پر نماز پڑھی جاتی ہے پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا: میں تمہارا پیش رَو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں "میری تمہاری ملاقات کی جگہ حوضِ کوثر ہے اور میں اُسے اب بھی اس جگہ پہ کھڑے ہو کر دیکھ رہا ہوں" اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمادی گئی ہیں یا زمین کی کنجیاں وَاِنِّي وَاللهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ اور بے شک خدا کی قسم! مجھے تمہارے متعلق ڈر نہیں ہے کہ میرے بعد شرک کرنے لگو گے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ دنیا کی محبت میں پھنس جاؤ گے۔ بخاری حدیث نمبر ۱۳۴۴ کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ علی الشہید۔ بخاری ۴۰۴۲ کتاب المغازی باب غزوۃ اُحد۔ مسلم حدیث نمبر ۲۲۹۶ کتاب الفضائل۔ مشکوٰۃ حدیث نمبر ۵۹۵۸ کتاب الفضائل باب الوفاۃ۔ ابوداؤد حدیث نمبر ۳۲۲۳۔ نسائی حدیث نمبر ۱۹۵۳)

جبل الرماۃ (یعنی تیر اندازوں والا پہاڑ): مزار سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ سے جنوب کی طرف دیکھیں تو آپ کو ایک چھوٹا سا پہاڑ نظر آئے گا۔ اسی کا نام جبل رماۃ ہے۔ جبل رماۃ میں ایک شگاف یا درّہ تھا جس سے دُشمن عقب سے مسلمانوں پر حملہ آور ہو سکتا تھا۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کو جبل رماۃ کی چوٹی پر مورچہ سنبھالنے کا حکم دیا تھا اور حضرت عبداللہ بن جبیر کو ان کا سردار مقرر فرمایا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی تھی کہ وہ دشمن کے گھوڑوں کو اپنے تیروں کا نشانہ بنائیں اور کسی بھی صورتحال میں اپنی جگہ نہ چھوڑیں اور واضح ارشاد فرمایا تھا کہ: اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمیں اُچک لے جائیں تو بھی اپنی جگہ نہ چھوڑو۔ یہاں تک کہ میں تمہارے پاس کسی کو بھیجوں اور اگر تم دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دے دی ہے اور مار کر پامال کر دیا ہے تو اپنی جگہ نہ چھوڑو یہاں تک کہ میں تمہارے پاس کسی کو بھیجوں۔ لیکن جب مسلمانوں کو فتح ہوگئی تو بعض تیر اندازوں نے کہا: تمہارے اصحاب غالب آ گئے ہیں اب تم کیا دیکھتے ہو؟ عبداللہ بن جبیر نے انہیں نیچے اُترنے سے منع کیا لیکن وہ نہ مانے آپ کے ساتھ صرف دس تیر انداز رہ گئے۔ باقی نیچے اُتر گئے۔ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابو جہل گھوڑ سوار دستے کے کمانڈر تھے۔ یہ دستہ مسلم تیر اندازوں کی زد میں ہونے سے لڑائی میں حصہ نہ لے سکا تھا۔ انہوں نے یہ موقع غنیمت جانا اور پہاڑ پر چڑھ کر عبداللہ بن جبیر اور دسوں سپاہیوں کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے مسلم فوج پر عقب سے حملہ کیا اور انہیں تلواروں اور نیزوں سے شہید کرنا شروع کیا اور یہ افواہ بھی اُڑا دی کہ محمد ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ مشرکین جو آگے بھاگ رہے تھے وہ بھی واپس پلٹ پڑے اور مسلمانوں پر چاروں طرف سے حملہ ہو گیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ زخمی اور ستر صحابہ کرام شہید ہو گئے۔ (بخاری حدیث نمبر ۳۰۳۹ کتاب الجہاد۔ سیرتِ رسولِ عربی ﷺ ص ۱۷۰۔ وفاء الوفاء ص ۲۹۱)

اس جگہ ہمیں سوچنا چاہئے کہ اگر صحابہ کرام سے کوئی غلطی ہو جائے تو فتح شکست میں بدل جاتی ہے حالانکہ وہ ساری اُمت سے افضل ہیں۔ ہم اگر حضور ﷺ کی نافرمانی کریں گے تو یہود و نصاریٰ پر کیسے غالب آ سکتے ہیں؟

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں　　یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

نیز صحابہ کرام کے متعلق کسی قسم کی بدگمانی نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اللہ نے انہیں معاف فرما دیا" (سورہ آلِ

عمران آیت نمبر۱۵۵)

مفکر اسلام حضرت قبلہ آسی صاحب کا ایک اہم پیغام قوم کے نام

مفکر اسلام حضرت قبلہ آسی صاحب نے ''توحید اور محبوبانِ خدا،، جلد۳ ص ۱۷۷ پر غزوہ احد کے واقعات بڑی تفصیل سے بیان فرمائے ہیں جو لائق مطالعہ ہیں اور اس میں قوم کو پیغام یہ دیتے ہیں۔

غزوہ احد میں پہلے پہل مسلمان کامیاب ہوئے اور پھر جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ آخر کیوں؟ حضور ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں سستی کرنے کی بنا پر۔ رہتی دنیا کے مسلمانوں کے لئے اس میں یہ سبق پوشیدہ ہے کہ اہل ایمان کی کامیابی حضور ﷺ کی اتباع واطاعت میں مضمر ہے، اگر معاذ اللہ اس سے بے پرواہ ہوگئے تو فطرت کو ہماری تباہی اور بربادی کی قطعاً پرواہ نہ ہوگی۔ آج جو بے دینوں کو سرآنکھوں پر بٹھا کر اسلام کے ساتھ عملاً بغاوت کی جارہی ہے، اس کا انجام ایک زلزلہ ہی نہیں، نجانے اور کیا کچھ ہوگا۔ ہاں ہاں فحاشی و بے حیائی کا جو سیلاب بلاخیز لایا جارہا ہے، اس کا نتیجہ تباہی بلکہ دو جہاں کی رسوائی کے سوا کیا ہوسکتا ہے۔

؎ آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا۔ (توحید جلد۳ ص ۱۸۰)

سر مبارک کا نشان: دلائل ابی نعیم میں ہے کہ حضور ﷺ کے لئے سخت پتھر ایسے نرم ہوگئے کہ غار بن گئے چنانچہ اُحد کے دن حضور ﷺ نے اپنا سر مبارک پہاڑ کی طرف مائل کیا تا کہ مشرکین سے اپنا جسم مبارک چھپائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے پتھر کو ایسا نرم کیا کہ آپ نے اپنا سر مبارک اس میں داخل کردیا۔ وہ پتھر اب تک باقی ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ (سیرتِ رسولِ عربی از علامہ توکلی ص ۲۹۳)

جبل اُحد کی غار:

سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شکل و شباہت میں حضور سید عالم ﷺ سے ملتے جلتے دکھائی دیتے تھے، جب یہ شہید ہوئے تو کفار نے یہ افواہ اڑادی کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہوگئے ہیں۔ شہادت کی افواہ اور مسلمانوں کی نظروں سے غائب ہونے کے بعد سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو پہچانا۔ سر مبارک پر مغفر تھا، جس کے نیچے سے آپ کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ حضرت کعب نے زور سے پکارا ''مسلمانو! تمہیں بشارت ہو، رسول اللہ ﷺ یہ ہیں'' رسول اللہ ﷺ نے خود بھی مسلمانوں کو پکارا۔ یہ سن کر ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی اور آپ ﷺ، حضرت ابوبکر، عمر فاروق، علی المرتضیٰ، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن العوام وغیرہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ شعب کی طرف متوجہ ہوئے تا کہ باقی اصحاب کا حال دیکھیں۔ اب کفار نے بھی سب طرف سے ہٹ کر اسی رُخ پر زور دیا۔ وہ بار بار ہجوم کرکے حملہ آور ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ہجوم ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا: جو اِنہیں مجھ سے دور کرے۔ اُس کے لئے جنت ہے یا وہ جنت میں میرا ساتھی ہے تو انصار میں سے ایک آدمی آگے بڑھا اور اُن سے قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہوگیا، اِسی طرح سات انصاری شہید ہوگئے۔ (مسلم حدیث نمبر ۱۷۸۹) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اس کثرت سے رسول اللہ ﷺ پر سے تیر روکے کہ ہاتھ بیکار ہوگیا۔

غزوہ احد میں نبی ﷺ کی مشکل کشائی: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چہرۂ مبارک کو بچانے کے لئے اپنا چہرہ سامنے کئے ہوئے تھے۔ آخر کار ایک تیر ان کی آنکھ میں ایسا لگا کہ ڈھیلا رُخسار پر آگرا۔ حضور ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اُس کی جگہ پر رکھ دیا اور یوں دعا کی ''خدایا! تو قتادہ کو بچا جیسا کہ اُس نے تیرے نبی (ﷺ) کے چہرے کو بچایا ہے'' پس وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی تیز اور خوبصورت ہوگئی۔ خصائص کبریٰ

حضرت عبداللہ بن جحش کی مشکل کشائی: حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے

یارسول اللہ ﷺ تلوار ٹوٹ گئی ہے تو آپ ﷺ نے انہیں ایک لکڑی عطا فرمائی اور فرمایا لو اس سے جنگ کرو جب انہوں نے اسے پکڑ کر ہلایا تو وہ تلوار بن گئی تو اسی سے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ (معجزات النبی ﷺ)

ابن قمیہ لعین نے چہرۂ مبارک ایسا زخمی کیا کہ لوہے کے خود کے دو حلقے (کنڈیاں) رُخسار مبارک میں گھس گئے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے اپنے دانتوں سے خود کا ایک حلقہ نکالا تو ان کا ایک سامنے کا دانت گر پڑا۔ دوسرا حلقہ نکالا تو دوسرا گر پڑا۔

بے مثل نبی کا بے مثل خون: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور سے خون چوسا اور نگل گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھے آگ کبھی نہیں چھوئے گی (وفاء الوفاء جلد۱ ص۲۹۰۔ سیرتِ رسولِ عربی ص۱۸۱)

اس وقت رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلاموں کو ہدایت فرمائی کہ اس وقت اس مصیبت سے بچنے کی ترکیب یہی ہے کہ جبل اُحد کے اونچے مقام پر پناہ لی جائے۔ پس آپ ﷺ نے اپنی فوج کو پسپا ہونے کا حکم دیا اور وہ سب پہاڑ کی اونچی چوٹی پر چڑھ گئے۔ اس حکمت عملی کے اپنانے سے مسلمان شمال، مشرق اور مغرب تین اطراف سے محفوظ ہوگئے۔ اب قریش مکہ ان پر صرف جنوب کی طرف سے حملہ کر سکتے تھے۔ قریش نے ان کی نئی پناہ گاہ پر جنوب سے اپنا حملہ جاری رکھا لیکن اب مسلمان تین اطراف سے محفوظ ہوکر نہ صرف قریش سے اپنا دفاع کر رہے تھے بلکہ انہیں پسپائی پر مجبور کر رہے تھے۔ پناہ گاہ جبل احد پر ایک اونچا مقام ہے جسے مدینہ منورہ کے لوگ (المہاریس) کہتے ہیں۔ (ابواب تاریخ مدینہ از علی حافظ ص۱۴۳)

جب رسول اللہ ﷺ شعب پر چڑھے تو اُبی بن خلف سامنے آ کر کہنے لگا ''اے محمد ﷺ! اگر تم بچ گئے تو میں نہ بچوں گا'' صحابہ کرام نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو ہم میں سے ایک اس کا فیصلہ کردے۔ تو آپ ﷺ نے اجازت نہ دی اور خود حضرت حارث بن صمہ سے نیزہ لے کر اس کی گردن پر مارا۔ جس سے فقط خراش آئی اور لہو نہ نکلا۔ اُبی مذکور مکہ میں حضور ﷺ سے کہا کرتا تھا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے میں ہر روز آٹھ یا دس سیر پختہ جوار کھلاتا ہوں۔ اس پر سوار ہوکر آپ کو قتل کرونگا۔ آپ ﷺ فرماتے بلکہ میں انشاء اللہ تم کو قتل کرونگا۔ جب وہ قریش میں واپس آیا تو کہنے لگا۔ اللہ کی قسم! مجھے محمد ﷺ نے قتل کر دیا ہے۔ وہ کہنے لگے تو بے دل ہوگیا ہے۔ اس خراش کا کچھ ڈر نہیں۔ اُس نے کہا کہ مکہ میں مجھ سے محمد ﷺ نے کہا تھا کہ میں تجھے قتل کرونگا۔ سو اللہ کی قسم! اگر وہ مجھ پر صرف تھوک بھی دیں تو میں مرجاؤں گا۔ چنانچہ قریش اس دشمن خدا کو مکہ کی طرف لے جا رہے تھے کہ راستے میں مقام سرف میں مرگیا۔

جب رسول اللہ ﷺ شعب کے دہانے پر پہنچے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (مہراس) کنڈ سے پانی بھر لائے تاکہ حضور ﷺ نوش فرمائیں مگر آپ نے اس میں بو پائی اور نہ پیا۔ حضرت علی نے اس سے حضور ﷺ کے چہرۂ انور سے خون دھویا اور سر مبارک پر گرایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کا غضب سخت ہے۔ اس قوم پر جس نے اس کے نبی ﷺ کا چہرۂ خون آلود کردیا۔ (سیرتِ رسولِ عربی ﷺ ص۱۸۵)

حیات الشہداء: ولا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ وہ لوگ جو اللہ کے راستہ مارے گئے انہیں مردہ گمان نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں رزق پاتے ہیں۔ سورہ آل عمران

شانِ نزول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: جب احد کے دن تمہارے بھائی شہید کیے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھیں وہ جنت کی نہروں پر جاتی ہیں اور اس کے پھل کھاتی ہیں اور سونے کی ان قندیلوں کی طرف بسیرا کرلیتی ہیں جو عرش کے سایہ میں آویزاں ہیں۔ جب ان شہدا نے اپنے کھانے پینے اور آرام و راحت کو پایا تو بولے ہمارے بھائیوں کو ہماری طرف سے یہ پیغام کون پہنچائے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں رزق کھاتے ہیں تاکہ وہ جہاد سے بے رغبت نہ ہوجائیں اور لڑائی کے وقت

بزدلی نہ دکھائیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہاری طرف سے یہ پیغام ہم پہنچاتے ہیں تو تب رب تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ ولا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوا فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ وہ لوگ جو اللہ کے راستہ مارے گئے انہیں مردہ گمان نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں رزق پاتے ہیں۔ سورہ آل عمران (ابوداؤد، مشکوۃ ص ۴۷۰-۴۳۹ جلد ۵ کتاب الجہاد حدیث نمبر ۳۶۷۶)

شیخ القرآن مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یعنی شہداء کی روحیں ہر وقت جنت میں ہی رہتی ہیں سیر کرتے وقت بھی اور دوسرے وقت بھی مگر اس کے باوجود ان روحوں کا تعلق ان کی قبور اور مدفون جسموں سے ضرور رہتا ہے، جیسے سورج کی شعاعیں زمین پر پڑتی ہیں مگر سورج سے تعلق رکھتی ہیں، یا ہمارا نورِ نظر آسمان کی سیر کرتا ہے، مگر آنکھ سے بے تعلق نہیں ہو جاتا۔ ورنہ آنکھ اندھی ہو جاتی۔ ارواح شہداء کی لطافت تو ان شعاعوں اور نورِ نظر سے کہیں زیادہ ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ جب شہداء کی روحیں جنت میں ہیں تو قبورِ شہداء کی زیارت اور انہیں سلام کرنا بیکار رہوا۔ (مراۃ شرح مشکاۃ ج ۵ ص ۴۳۹)

غزوہ احد کے پہلے شہید کا رتبہ اللہ کی بارگاہ میں: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے ملے اور فرمایا: اے جابر کیا بات ہے میں تمہیں شکستہ دل دیکھتا ہوں؟ میں نے عرض کیا میرے والد شہید ہو گئے بچے اور قرض چھوڑ گئے۔ فرمایا کیا میں تمہیں بشارت نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کا کس طرح استقبال کیا۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ تو فرمایا: اللہ نے کسی سے بھی کبھی کلام نہ فرمایا مگر پردے کے پیچھے سے اور تمہارے والد کو زندہ کیا تو ان سے روبرو کلام فرمایا اور فرمایا: اے میرے بندے مجھ سے تمنا کر میں تمہیں عطا کروں گا۔ انہوں نے عرض کیا اے میرے مولا مجھے زندہ کر (یعنی دنیا میں بھیج) تاکہ دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں تو رب تعالیٰ نے فرمایا ہمارا قانون جاری ہو چکا ہے کہ وفات یافتہ لوٹائے نہ جائیں گے۔ تب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی ولا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوا فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ وہ لوگ جو اللہ کے راستہ میں مارے گئے انہیں مردہ گمان نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں رزق پاتے ہیں۔ سورہ آل عمران (ترمذی، مشکوۃ کتاب المناقب حدیث ۵۹۷۸)

جب شہید زندہ ہے تو جن کے صدقے شہید کو شہادت ملی ہے وہ نبی بھی زندہ ہے
تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

شیخ القرآن مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یعنی رب تعالیٰ موت کے بعد شہداء سے کلام تو فرماتا ہے مگر آج تک اس نے اپنا دیدار کسی شہید کو نہیں دیا تمہارے والد پہلے وہ شہید ہیں جنہیں دیدار بھی دیا اور کلام بھی کیا لہذا تمہارے والد شہداء میں دوسرے شہداء سے افضل ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو کچھ عالم ارواح میں ہو رہا ہے حضور ﷺ کی نظر مدینہ منورہ سے دیکھ رہی ہے۔ اور جو کچھ وہاں گفتگو ہو رہی ہے حضور ﷺ مدینہ منورہ سے سن رہے ہیں جب لا مکاں کے کام و کلام حضور ﷺ یہاں دیکھ اور سن رہے ہیں تو یقینی بات ہے کہ ہر جگہ کے کام و کلام سنتے اور دیکھتے ہیں کیونکہ مدینہ منورہ سے وہ عالم ارواح دور ہے ہمارا گجرات قریب ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

یہ بھی معلوم ہوا کہ بندہ اپنی زندگی میں رب کو راضی کرے تو انشاء اللہ بعد موت رب ہم کو راضی کرے گا (مراۃ شرح مشکوۃ ج ۸ ص ۴۵۰)

حضرت جابر کے والد عبداللہ کا علم اور زندگی: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب غزوہ احد ہوا تو رات کو میرے باپ نے مجھے بلایا اور فرمایا: میں اپنے متعلق خیال کرتا ہوں کہ نبی پاک ﷺ کے صحابہ میں پہلا شہید میں ہوں گا اور میں اپنے نزدیک تم سے زیادہ پیارا کسی کو نہیں چھوڑتا سوائے رسول اللہ ﷺ کی ذات کے مجھ پر قرض ہے ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے لئے بھلائی کی وصیت قبول کرو۔ جب صبح ہوئی تو

سب سے پہلے شہید وہی تھے تو میں نے انہیں ایک دوسرے صحابی کے ساتھ دفن کر دیا۔ پھر یہ بات مجھے اچھی نہ لگی کہ انہیں اسی طرح رہنے دوں تو میں نے ان کی قبر کو چھ ماہ کے بعد کھولا اور لاش مبارک کو نکالا تو وہ بالکل اسی حالت میں تھے جس حالت میں میں نے ان کو دفن کیا تھا۔ (بخاری، مشکوۃ باب الکرامات حدیث ۵۶۸۶ جلد ۸ ص ۲۳۰)

یہ ہے صحابی کا علم غیب کہ اپنی موت نوعیت موت حسنِ خاتمہ وغیرہ سب کی خبر پہلے سے دے دی۔ اور ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت ابو جابر عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے چہرے پر زخم تھا اور ان کا ہاتھ ان کے زخم پر تھا جب ان کا ہاتھ ان کے زخم سے ہٹایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا پھر جب ان کا ہاتھ ان کے زخم پر رکھا گیا تو خون بند ہو گیا اور ان کا کفن جو ایک چادر تھی جس سے چہرہ چھپا دیا گیا تھا اور ان کے پیروں پر گھاس ڈال دی گئی تھی چادر اور گھاس دونوں کو اسی طرح پڑا ہوا پایا۔ (ابن سعد ج ۳ ص ۵۶۲، کرامات صحابہ ص ۱۲۶) اسی لئے کہا گیا ہے۔

زمیں میلی نہیں ہوتی کفن میلا نہیں ہوتا — محمد کے غلاموں کا کفن میلا نہیں ہوتا

قبر میں تلاوت:

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی زمین کی دیکھ بھال کے لئے ''غابہ،، جا رہا تھا تو راستہ میں رات ہو گئی اس لئے میں حضرت ابو جابر عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی قبر کے پاس ٹھہر گیا جب کچھ رات گذر گئی تو میں نے ان کی قبر سے تلاوت کی اتنی بہترین آواز سنی کہ اس سے پہلے اتنی اچھی قراءت میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ جب میں لوٹ کر مدینہ منورہ گیا اور حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابو طلحہ تم کو معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان شہیدوں کی ارواح کو قبض کر کے زبر جد اور یاقوت کی قندیلوں میں رکھا ہے اور ان قندیلوں کو جنت کے باغوں میں آویزاں فرما دیا ہے جب رات ہوتی ہے تو یہ روحیں قندیلوں سے نکال کر ان کے جسموں میں ڈال دی جاتی ہیں پھر صبح کو وہ اپنی جگہوں پر واپس آ جاتی ہیں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۷۱ بحوالہ ابن مندہ، کرامات صحابہ ص ۱۲۶)

قبر میں سے خون نکلا: جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حکومت کے دوران مدینہ منورہ کے اندر نہریں کھودنے کا حکم دیا تو ایک نہر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کے پہلو میں نکل رہی تھی۔ لاعلمی میں اچانک نہر کھودنے والوں کا پھاوڑا آپ کے قدم پر پڑ گیا اور آپ کا پاؤں کٹ گیا تو اس میں سے تازہ خون نکلا حالانکہ آپ کو دفن کیئے ہوئے چھیالیس سال گذر چکے تھے۔ (حجۃ اللہ بحوالہ ابن مندہ، کرامات صحابہ ص ۱۱۱)

تبصرہ: یہ روایات اس بات کا ثبوت ہیں کہ شہداء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اپنے جسموں کے ساتھ جہاں جانا چاہیں جا سکتے ہیں تلاوت کرتے ہیں ہمارے سلام کا جواب دیتے ہیں اور اپنے چاہنے والوں کی امداد کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ شہدائے احد کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، اُن کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو (اے مسلمانو!) اِن کی زیارت کیا کرو اور اِنہیں سلام کرو، اُس کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے جو بھی اِنہیں سلام کرے گا یہ لوگ قیامت تک اُس پر سلام بھیجتے رہیں گے۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط۔ مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۶۰۔ وفاء الوفاء جلد ۳ ص ۹۳۲۔ رواہ البیہقی فی الدلائل)

قبر کے اندر سے سلام کا جواب: حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے گئی اور میں نے قبر مبارک پر کھڑے ہو کر اَلسَّلامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَنَا حَمْزَةُ ☆ اَلسَّلامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ☆ کہا تو آپ نے بآواز بلند قبر کے اندر سے میرے سلام کا جواب دیا جس کو میں نے اپنے کانوں سے سنا۔ (حجۃ اللہ بحوالہ بیہقی، کرامات صحابہ ص ۱۱۰)

وفات کے بعد لڑکے کی بشارت: اسی طرح شیخ محمود کردی نزیل مدینہ منورہ نے آپ کی قبر پر حاضر ہو کر سلام کیا تو آپ نے بآواز بلند قبر کے اندر سے ان کے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا کہ: اے شیخ محمود! تم اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر ''حمزہ،، رکھنا چنانچہ جب اللہ

تعالیٰ نے ان کو فرزند عطا کیا تو انہوں نے اس کا نام ''حمزہ،، رکھا۔(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ بحوالہ الباقیات الصالحات، کرامات صحابہ ص ۱۱۰)
اس سے شہداء کی زندگی ثابت ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وفات کے بعد ان کو آئندہ کے واقعات معلوم ہوتے ہیں جبھی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے شیخ محمود! تم اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر ''حمزہ،، رکھنا۔ جب شہید کا یہ مقام ہے تو نبی کریم ﷺ کا مقام کیا ہوگا

شہید کا موت کے بعد وصیت فرمانا: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خطیب تھے ۱۲ ھ میں جنگ یمامہ کے دن مسیلمہ کذاب کی فوجوں سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے ان کی ایسی بے مثل کرامت کہ اس کی دوسری مثال نہیں مل سکتی۔ شہید ہو جانے کے بعد آپ ایک صحابی کی خواب میں آئے اور ارشاد فرمایا: میں جو کہہ رہا ہوں اس کو خواب نہیں سمجھنا بلکہ اس پر عمل کرنا تم امیر لشکر خالد ابن الولید کو میرا یہ پیغام دے دو کہ میں جس وقت شہید ہوا میرے جسم پر لوہے کی ایک زرہ (جنگی لباس) تھی جس کو ایک مسلمان سپاہی نے میرے جسم سے اتار لیا اور اپنے گھوڑا باندھنے کی جگہ پر اس کو رکھ کر اس پر ایک ہانڈی اوندھی کر کے اس کو چھپا رکھا ہے لہذا امیر لشکر اس کو برآمد کر کے اپنے قبضہ میں لے لیں۔اور تم مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میرا یہ پیغام کہہ دینا کہ جو مجھ پر قرض ہے وہ اس کو ادا کریں اور میرا فلاں غلام آزاد ہے۔خواب دیکھنے والے صحابی نے اپنا خواب خالد بن الولید سے بیان کیا تو انہوں نے فوراً ہی تلاشی لی اور واقعی ٹھیک اسی جگہ سے زرہ برآمد ہوئی جس جگہ کا خواب میں آپ نے نشان بتایا تھا۔اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خواب سنایا گیا تو نے آپ رضی اللہ عنہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی وصیت نافذ کرتے ہوئے ان کا قرض ادا فرما دیا اور ان کے غلام کو آزاد قرار دے دیا۔مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی وہ خصوصیت ہے جو کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی کیونکہ ایسا کوئی شخص میرے علم میں نہیں ہے کہ اس کے مرجانے کے بعد خواب میں کی ہوئی اس کی وصیت کو نافذ کیا گیا ہو۔

(تفسیر صاوی ج ۲ ص ۱۰۸، کرامات صحابہ از علامہ اعظمی ص ۱۷۳)

صاحب تفسیر مظہری حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ان (شہیدوں) کی روحوں کو جسموں کی قوت دیتا ہے وہ زمین و آسمان اور جنت میں جہاں چاہیں جاتے ہیں، اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں انشاء اللہ۔''توحید اور محبوبان خدا کے کمالات'' از مفکر الاسلام علیہ الرحمہ جلد ۳ ص ۲۰۶

شہداء اور اولیاء کی روحانی وغیبی ایک وہابی کی گواہی: شورش کاشمیری لکھتے ہیں کہ حکیم نیر واسطی لاہور والے جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء کے دوران وطن عزیز سے باہر تھے ان کا بیان ہے کہ عمرہ کرنے کے بعد جب روضہ اطہر کی حاضری کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوا تو وہاں مولانا عبد الغفور مہاجر مدنی نے دوران ملاقات فرمایا کہ: ایک رات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خواب میں ملاقات ہوئی۔ میں نے عرض کیا آپ نجف اشرف سے کیسے تشریف لائے تو فرمایا پاکستان پر کفار حملہ آور ہیں اس لئے وہاں جہاد میں شرکت کے لئے جا رہا ہوں۔

گنج بخش: ایک صاحب قصور کے رہنے والے ہیں اور ہر ہفتہ حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دیا کرتے ہیں۔وہ ایک دن حسب معمول مزار پر حاضر ہوئے تو کوشش بسیار کے باوجود صاحب مزار سے کوئی توجہ نہ مل سکی۔اسی پس و پیش کے عالم میں انہوں نے تین دن وہاں قیام کیا۔آخری رات کے چند لمحات میں زیارت ہوئی تو حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''محاذ پر مصروف تھا۔سرکار دو جہاں ﷺ کے فرمان کے مطابق تمام بزرگانِ دین پاکستان کی سرحدوں پر متعین کئے گئے ہیں اور پاکستان کی حفاظت کے لئے جہاد کا حکم دے دیا گیا ہے۔،،

سبز پوش: لاہور کی ایک جامع مسجد کے خطیب نے منبر رسول پر کھڑے ہو کر حلفیہ بیان کیا کہ بھارتی فوجیوں اور ہوابازوں کو جب پاکستان کی بہادر فوجوں نے گرفتار کیا تو وہ حیران ہو کر پوچھتے تھے کہ پاکستان کے وہ سبز پوش مجاہد کہاں ہیں کہ ہم سخت سے سخت حملہ کرتے تھے لیکن وہ سبز پوش بڑے اطمینان سے ہمارے حملہ کو ناکارہ بنا دیتے تھے اور ہمیں پسپائی پر مجبور کر دیتے تھے۔

اور۔۔۔۔انتہا یہ ہے کہ بھارتی ہوا باز پاکستان کے ایک معروف شہر پر اڑھائی سو بم گراتے ہیں لیکن اللہ کے فضل سے اس شہر کے ہوائی اڈے کا بال بھی بیکا نہیں ہوتا تو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک کرشمہ نہیں تو اور کیا ہے؟

الغرض ایسے لاتعداد واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑی گئی ہے اور خالق کون کے محبوب ﷺ کے بے پایہ فیض و برکت سے فتح پذیر ہوئی ہے۔ بلاشبہ ایسے خرق عادت واقعات ہوئے ہیں جن کے چشم دید گواہ ابھی تک موجود ہیں اور ان کی صداقت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔(ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۹ نومبر ۱۹۶۵ء از شورش کاشمیری وہابی)

شہداء اور اولیاء کی روحانی امداد پر اخبار جنگ کی شہادت: ایک نہایت معتبر شخص نے بیان کیا کہ "۵ ستمبر کو ایک شخص ایبٹ آباد میں گھاس کاٹ رہا تھا کہ اس نے دو جوانوں کو گھوڑوں پر سوار بڑی تیزی سے گذرتے دیکھا۔ تھوڑی دیر بعد جب کہ وہ گھاس کاٹ چکا تھا اس نے ایک معمر ہستی کو گھوڑے پر تیزی سے گزرتے دیکھا۔ اس نے ان کو رکنے کا اشارہ کیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ گھاس کا گٹھڑا اس کے سر پر رکھوا دیں۔ انہوں نے گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے اپنی چھڑی سے اشارہ کیا تو گٹھڑا اپنے آپ اس کے سر پر رکھا گیا اس کو ڈر معلوم ہوا لیکن اس نے فوراً گٹھڑا پھینک کر گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا "میں علی ہوں سیالکوٹ پر ہندوستان حملہ کرنے والا ہے اور میں وہاں جا رہا ہوں،، پھر اس نے دریافت کیا کہ آپ سے پہلے جو دو نوجوان گئے تھے وہ کون تھے؟ انہوں نے جواب دیا" وہ حسن و حسین تھے،، اس شخص نے جس سے بھی یہ واقعہ بیان کیا اس نے اس کا مذاق اڑایا اور بالآخر ۷ ستمبر کو سیالکوٹ پر بھارت جیسے نابکار دشمن نے حملہ کر دیا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ : دو فوجیوں کا بیان ہے کہ "انہیں بزرگوں پر اعتقاد نہیں تھا لیکن انہوں نے اپنی آنکھوں سے سیالکوٹ کے محاذ پر ایک بزرگ کو سوار ہو کر لڑتے دیکھا اور ان کے صافے پر لکھا شیخ عبدالقادر جیلانی اس قسم کے متعدد واقعات مشہور ہیں۔(جنگ ۲۴ اکتوبر ۱۹۶۵ء)

اولیاء کرام کی زندگی اور قبر سے باہر آنے اور دلی خیالات جاننے پر ایک وہابی کی ناقابل تردید گواہی: پروفیسر ساجد میر کے دادا مولوی ابراہیم سیالکوٹی کے شاگرد مولوی عبدالمجید سوہدروی قاضی محمد سلیمان منصور پوری صاحب کتاب "رحمۃ للعالمین،، کی کرامات میں لکھتے ہیں: صوفی حبیب الرحمٰن کا بیان ہے کہ ۱۹۱۰ء میں جب حضرت ضیاء معصوم پٹیالہ تشریف لائے تو انہوں نے سرہند جانے کے لئے قاضی صاحب کو اپنے ساتھ لے لیا۔ حضرت ضیاء معصوم جب روضہ حضرت مجدد الف ثانی پر مراقبہ کے لئے بیٹھے۔ تو قاضی جی نے دل میں کہا کہ شاید ان بزرگوں نے آپس میں کوئی راز کی بات کہنی ہو ان سے الگ ہو جانا چاہئے۔ ابھی یہ اپنے جی یہ خیال کر کے اٹھے ہی تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے ان کو ہاتھ سے پکڑ لیا۔ اور فرمایا۔ کہ سلیمان بیٹھے رہو۔ ہم کوئی بات تجھ سے راز میں نہیں رکھنا چاہتے۔ صوفی صاحب کا بیان ہے کہ قاضی صاحب نے بعض دوستوں سے ذکر کیا اور فرمایا کہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں بلکہ بیداری کا ہے۔(کرامات اہل حدیث)

غور فرمائیں اس سے اولیاء کرام کی زندگی اور ان کا علم دلی ارادوں پر آگاہی اور حاضر و ناظر ہونا ثابت ہو رہا ہے اگر ایک ولی کا یہ مقام ہے تو پھر شہید، صحابی اور نبی کا مقام کیا ہوگا۔ اگر شہداء اور انبیاء کرام کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے تو پھر ان کے مولوی بھی شرک سے نہیں بچتے ان شرک کے مفتیوں سے صرف اتنا کہہ دو کہ حضرت دوسروں پر فتویٰ لگانے سے پہلے اپنے اکابر کی کتابیں پڑھ لو کہ یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تمہارا گھر نہ ہو

بچو گے تم اور نہ ساتھی تمہارے
اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبو گے سارے

☆☆☆

امیر مدینہ سید الشہداء

حضرت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

علامہ حافظ محمد نصر اللہ آسوی صاحب (مدینہ شریف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابویعلی، ابوعمارہ ہے۔القابات: اسداللہ واسد رسولہ (اللہ اور اس کے رسول کے شیر) اور سیدالشہداء ہیں مقام ولادت مکہ المکرّمہ سن ولادت: ۵۶۷ء تقریباً کیونکہ ایک روایت کے مطابق آپ حضور ﷺ سے دو سال اور ابن سعد کے مطابق چار سال پہلے پیدا ہوئے۔

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ سے تعلق

س حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ میں کیا لگتے تھے؟

ج حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے تین طرح کی رشتہ داری تھی (۱) حقیقی چچا تھے

(۲) رضائی بھائی تھے کیونکہ ابولہب کی لونڈی حضرت ثویبہ آپ دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول کریم ﷺ سے عرض کی گئی کہ یارسول اللہ آپ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی کو نکاح کا پیغام کیوں نہیں دیتے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رضاعت کی حیثیت سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے بھائی ہیں۔

(۳) اور خالہ زاد بھائی بھی تھے۔ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہالہ بنت اہیب بن عبدمناف رسول اللہ ﷺ کی والدہ آمنہ بنت وہب بن عبدمناف کی چچازاد بہن تھیں اس لحاظ سے آپ رسول اللہ ﷺ کے خالہ زاد بھائی تھے۔

س رسول اللہ ﷺ کے چچا کتنے تھے اور ان میں کتنے ایمان لائے؟

ج نو تھے اور ان میں دو ایمان لائے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ

س رسول اللہ ﷺ کی پھوپھیاں کتنی تھیں اور ان میں سے کتنی ایمان لائیں تھیں؟

ج چھ تھیں اور ان میں سے صرف ایک ایمان لائیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

س حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کب ایمان لائے؟

ج نبوت کے دوسرے سال۔

س ایمان لانے کا سبب کیا تھا؟

ج نبی پاک ﷺ کی محبت جب ابوجہل نے حرم کعبہ میں نبی پاک ﷺ کو بہت زیادہ برا بھلا کہا تو یہ باوجود اس کے کہ ابھی مسلمان نہیں

ہوئے تھے لیکن جوشِ غضب میں آپے سے باہر ہوگئے اور حرم کعبہ میں جا کر ابوجہل کے سر پر اس زور کے ساتھ اپنی کمان سے ضرب لگائی کہ اس کا سر پھٹ گیا اور ایک ہنگامہ مچ گیا ابوجہل کا سر پھاڑنے کے بعد بلند آواز میں کلمہ پڑھا اور قریش کے سامنے زور زور سے اعلان کرنے لگے کہ میں بھی مسلمان ہو چکا ہوں۔ اب کسی کی مجال نہیں کہ میرے بھتیجے کو آج سے کوئی برا بھلا کہہ سکے۔

س دربارِ نبوت سے آپ کو اسد اللہ واسد رسولہ (اللہ اور اس کے رسول کے شیر) کا لقب کب عطا ہوا۔

ج غزوۂ احد کے دن

علامہ نورالدین سمہودری فرماتے ہیں: روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک پر کھڑے ہوئے جب کہ آپ کا مثلہ کیا گیا تھا آپ کی ناک اور کان کاٹ دیئے گئے تھے، پیٹ مبارک بھی چاک کر دیا گیا تھا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن) کے حزن وملال اور رنج وغم کا خیال ہوتا اور اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ اس کو سنت بنالیں گے تو میں ان کو اسی طرح چھوڑ دیتا کہ پرند اور درندان کو کھاتے تجھ جیسی مصیبت مجھے کبھی نہیں پہنچے گی اور میں کبھی ایسی جگہ کھڑا نہیں ہوا جہاں اس سے زیادہ مجھ کو غیظ وغضب ہوا ہو۔ پھر فرمایا: میرے پاس جنابِ جبریل آئے اور مجھ خبر دی کہ بیشک حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ (کا نام) ساتوں آسمانوں میں لکھا ہوا ہے۔

﴿حـمزةُ بن عبدالمطلب اَسدُ اللهِ وَاَسَدُ رَسولِهٖ﴾ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے حکم دیا اور چادر سے ان کا چہرہ ڈھک دیا گیا پھر ان پر نماز جنازہ پڑی اور ان پر ستر تکبیریں پڑھی اور دفن کر دیا۔ (وفاء الوفاء (عربی) جلد ۳ ص ۹۳۵ مطبوعہ بیروت دارالکتاب العلمیہ)

اسی جگہ کھڑے یہ فرمایا کہ خدا کی قسم کہ خدا نے مجھ کو کافروں پر غلبہ دیا تو تیرے بدلے میں ستر کافروں کا مثلہ کروں گا آپ اس جگہ سے ہٹے بھی نہ تھے کہ یہ آیت شریفہ نازل ہوگئی ﴿وَاِنْ عَـاقَبْتُـمْ فَـعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ﴾ اور اگر بدلہ لو تو اتنا ہی لو جتنا کہ تم کو تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر صبر کرو تو بہتر ہے صابرین کے لئے۔ سورہ النحل آیت: ۱۲۶ تو رسول اللہ ﷺ نے وہ ارادہ ترک کر دیا اور اپنی قسم کا کفارہ دیا۔ (مستدرک الحاکم ومدارج النبوۃ وتفسیر خزائن العرفان)

س حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کتنی مرتبہ پڑھی گئی

ج ستر مرتبہ حضور ﷺ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ خود پڑھائی اور اس شان سے کہ سب سے پہلے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھا گیا پھر ایک ایک کرکے ہر شہید کا جسد عنصری حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھ کر ہر ایک کی الگ الگ نماز پڑھی گئی اس حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر ستر بار نماز پڑھی گئی۔ (طبقات ابن سعد، المستدرک الحاکم حدیث ۲۵۵۷ ج ۲ ص ۱۳۰)

(کواکب سبعہ ص ۳۰ از مفتی غلام حسن قادری مفتی حزب الاحناف لاہور)

س بعض لوگ اپنے آپ کو سگِ طیبہ سگ غوث کہتے ہیں اور لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ خدا نے تمہیں اشرف المخلوقات بنایا ہے اور تم اپنے آپ کو مرشد کے در کا کتا کہتے ہو یہ رب کی نعمت کی ناشکری ہے۔ ان کا یہ اعتراض کس حد تک صحیح ہے؟

ج ان بیوقوفوں کا یہ اعتراض بالکل غلط اور اپنی جہالت کا ثبوت ہے اگر کوئی کسی کو شیر کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ انسان سے درندہ بن گیا ہے بلکہ شیر کی ایک صفت بہادری کی وجہ سے اسے شیر کہا جاتا ہے کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مشابہت جزئی ہوتی ہے کلی نہیں ہوتی بعینہ جو شخص اپنے آپ کا سگ بارگاہ مرشد کہتا ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ وہ اپنے پیر ومرشد اور اپنے نبی کا وفادار غلام ہے کیونکہ میں یہ صفت بڑی پسندیدہ ہے وہ بھوکا پیاسا رہ کر بھی اپنے مالک کا در نہیں چھوڑتا اور بے وفائی نہیں کرتا اور مالک کے دشمنوں کا دشمن ہوتا ہے۔ اور ہم اپنے آپ کو سگ طیبہ کہہ کر

نبی کے دشمنوں کو خبردار کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی گستاخی نہ کرنا نبی کے فرمانبردار وفادار غلام موجود ہیں جو اپنے مرشد اور نبی کی بے ادبی برداشت نہیں کر سکتے اور جان کی خیر چاہتے ہو تو اپنی زبانیں بند رکھو اگر اپنے آپ کو شیر یا کتا کہنا جائز نہ ہوتا تو نبی کریم ﷺ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی اَسدُ اللہِ وَاَسَدُ رَسولِہٖ اللہ اور اس کے رسول کے شیر نہ کہتے اور مفکر اسلام قبلہ آسی صاحب مجاہد ان ختم نبوت کا نام ,,شیران اسلام،، نہ رکھتے۔ اولیاء اللہ کی بڑی شان ہے اگر کتا بھی ان سے منسوب ہو جائے تو خدا تعالیٰ اس کا ذکر قرآن میں کر دیتا ہے پھر انسان کا کیا کہنا۔

تجھ سے دَر دَر سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت — میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈوڑا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے — حشر تک میرے گلے رہے پٹکا تیرا
جنہوں پاکاں دی نسبت مل جاوئے اوہ جنتی اے — بھانویں کتا ہووئے بیٹھا کوئی غار دے بوہے تے

مخالفین کو بھی اپنے کو خود یا ان کے چیلے اپنے مولویوں کے شیر پنجاب یا شیر پاکستان کہتے اور لکھتے ہیں تو کیا وہ انسان سے درندے بن گئے ہیں اور ان کی چار ٹانگیں اور ایک دم نکل آئی ہے؟ اللہ تعالیٰ فہم دین عطا فرمائے۔

س اس حدیث کا حوالہ دیجئے جس میں حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو سید الشہدا کہا گیا ہے؟

ج المستدرک الحاکم حدیث ۴۸۸۴ ج ۲ ص ۱۳۰ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سَیِّدُ الشُّہَدَاءِ عِنْدَ اللہِ یومَ القیامۃِ حمزۃُ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اللہ کے نزدیک تمام شہداء کے سردار ہیں۔

س جب حدیث پاک میں حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو سید الشہداء کہا گیا ہے تو پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کو سید الشہدا کیوں کہا جاتا ہے؟

ج اس لئے کہ دوسری حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے کہ سَیِّدُ الشُّہَدَاءِ تو حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ مگر عمومی دلائل سے امام حسین رضی اللہ عنہ بھی سَیِّدُ الشُّہَدَاءِ ہیں لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ کو بارگاہ نبوت سے خصوصی طور پر سَیِّدا شباب اھل الجنۃ (جنتی نوجوانوں کے سردار) کا لقب ملا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سَیِّدُ الشُّہَدَاءِ حمزۃ بن عبدُالمطلب و رجل قام إلی إمامٍ جائر فامرہ و نھاہ فقتلہ شہداء کے سردار حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں اور ہر وہ شخص (سَیِّدُ الشُّہَدَاء) جو ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوا اور اسے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ (مجمع الزوائد ۷/۲۶۶ طبرانی فی الاوسط حاکم ۴۸۸۴)

س سَیِّدُ الشُّہَدَاءِ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا حاجت روا بھی کہا جاتا ہے اور آپ وصال کے بعد بھی مشکل کشائی فرماتے ہیں یا نہیں اور اس کیا دلیل ہے؟

ج حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بے شک مشکل کشا ہے زندگی میں بھی اور وصال کے بعد بھی اس پر دلیل یہ حدیث پاک ہے۔ ابن شاذان نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی پاک ﷺ کو حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر جتنا روتے ہوئے دیکھا اتنا کسی کی وفات پر روتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر رو رہے تھے ان کو قبلہ کی جانب رکھا پھر ان کے جنازے پر کھڑے ہو گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے حتیٰ کہ رونے کی وجہ سے سسکی بندھ گئی اور فرما رہے یاحمزۃُ یا عم رسول اللہ وأسد اللہِ وَاَسَد رَسولہ یاحمزۃ فاعل الخیرات یاحمزۃ کاشف الکربات یا ذاب عن وجہ رسول اللہ ﷺ اے حمزہ رسول اللہ کے چچا اللہ اور رسول کے شیر اے حمزہ نیک کام کرنے والے اے حمزہ تکلیفوں مصیبتوں کو دور کرنے والے، رسول اللہ کا دفاع کرنے والے۔ (مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۱۲ مفاہیم عربیاز علوی مالکی ص ۱۷۸)

نبی کریم ﷺ نے انہیں کاشفَ الکُرُباتِ کہہ کر پکارا ہے۔ اور وصال کے بعد پکارا ہے اگر حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے لئے

کاشفَ الکُرُباتِ ہوسکتے ہیں تو ہمارے لئے مشکل کشا اور حاجت روا کیوں نہیں ہوسکتے۔ جب صحابی کی یہ شان ہے تو آقا کا مقام کیا ہوگا۔

س ایسا کوئی واقعہ بیان کریں جس سے آپ کی مشکل کشائی کی وضاحت ہوتی ہو

ج حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی مشکل کشائی کا سچا واقعہ

حضرت شیخ علامہ یوسف نبہانی فلسطینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ,,جامع الکرامات الاولیاء،، میں حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی غریب نوازی کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ حضرت سید جعفر بن حسن برزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ,,نتائج الارتحال والسفر ۰۰۰۰۰،، میں حضرت شیخ احمد بن محمد دمیاطی متوفی مدینہ منورہ محرم الحرام ۱۱۱۶ھ سے روایت کی کہ شیخ احمد نے فرمایا: میں نے ایک قحط زدہ سال میں مصر سے دو اونٹ خریدے اور اپنی والدہ کے ساتھ سفر حج اختیار کیا۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ حاضری دی، دونوں اونٹ مدینہ منورہ پہنچ کر مر گئے، ہمارے پاس رقم ختم ہوگئی، نہ ہم اونٹ خرید سکتے تھے اور نہ ہی کرایہ پر سواری لینے کے قابل رہے تھے۔ میں تنگ دستی میں حضرت شیخ صفی الدین قاشی کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں ساری کیفیت عرض کردی، وہ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمانے لگے کہ آپ ابھی حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری دیں، وہاں جتنا ہو سکے قرآن پڑھیں اور پھر اوّل تا آخر اپنا حال سنائیں۔ میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی اور چاشت کے وقت حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار اطہر پر حاضری دی، شیخ کے حکم کے مطابق قرآن پڑھا اور اپنا حال عرض کیا، ظہر سے پہلے واپس ہوا، باب رحمت میں طہارت خانہ سے وضو کر کے مسجد میں داخل ہوا تو والدہ محترمہ کو بیٹھے ہوئے پایا۔ مجھے دیکھ کر فرمانے لگیں ابھی تمہیں ایک آدمی پوچھ رہا تھا، میں نے عرض کیا وہ کہاں ہے؟ فرمایا کہ حرم نبوی ﷺ کے پچھلی طرف گئے ہیں، میں ادھر چلا گیا۔ یکلخت ایک پر ہیبت شخصیت اور سفید داڑھی والے بزرگ سامنے آئے اور مجھے فرمانے لگے، شیخ احمد مرحبا میں نے ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا، مجھے فرمانے لگے آپ مصر چلے جائیں۔ میں نے عرض کیا آقا کس طرح جاؤں، فرمانے لگے میں کسی آدمی سے آپ کے کرائے کی بات کرتا ہوں، پھر آپ مجھے ساتھ لے کر مدینہ منورہ میں مصری حاجیوں کے خیموں میں گئے۔ آپ نے ایک خیمہ میں داخل ہو کر اس کے مالک کو سلام کیا، تو وہ اٹھ کر کھڑا ہوا، آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور بہت تعظیم کی۔ آپ نے اسے فرمایا کہ شیخ احمد اور اس کی والدہ کو مصر لے جاؤ، آپ نے اسے کرایہ ادا کردیا اور مجھے فرمانے لگے کہ شیخ احمد تم اپنی والدہ اور سامان کو یہاں لے آؤ، میں تھوڑی دیر میں اپنی والدہ کے ساتھ سامان لے کر واپس خیمہ آگیا، آپ نے اونٹ والے کو راستہ میں میرے ساتھ اچھائی سے پیش آنے کی نصیحت کی اور اٹھ کھڑے ہوئے، میں بھی آپ کے ساتھ چل پڑا۔ جب ہم مسجد نبوی کے قریب پہنچے تو فرمانے لگے کہ تم اندر چلو، میں مسجد میں داخل ہو کر آپ کا انتظار کرنے لگا، انتظار کرتے کرتے نماز کا وقت ہوگیا لیکن آپ نظر نہ آئے، میں نے بہت تلاش کیا مگر آپ نہ ملے، میں واپس اس مصری اونٹ والے کے پاس آیا اور اس سے آپ کے متعلق دریافت کیا، وہ کہنے لگا کہ میں نے آج سے پہلے انہیں دیکھا بھی نہیں تھا۔ آخر حضرت شیخ قاشی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری بات بتائی۔ آپ فرمانے لگے کہ وہ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی روح پاک تھی جو جسمانی شکل میں سامنے آئی تھی۔ (جامع الکرامات اردو ص۳۹۲ مطبوعہ لاہور)

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول وعرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

امیر مدینہ بن مانگے عطا کرتے ہیں: قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ شیخ طریقت مولانا غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ علیہ (لالہ موسیٰ گجرات پنجاب) سے فرمایا کہ جب میں شروع میں مدینہ منورہ آیا تو ان دنوں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مجھے سات دن تک فاقہ رہا یہاں تک کہ میرے پاس پانی خریدنے کے لئے بھی پیسہ نہ تھا آخر فاقہ کی شدت سے نڈھال ہوگیا، ساتویں روز ایک پر ہیبت بزرگ آئے ان کے پاس تین مشکیزے تھے۔ ایک میں گھی، دوسرے میں شہد اور تیسرے میں آٹا تھا انہوں نے سامان رکھا اور یہ کہہ کر بازار چلے گئے کہ

میں کچھ مزید سامان لے آؤں، کچھ دیر بعد وہ چائے کا ڈبہ اور چینی وغیرہ لے کر واپس آئے اور کہا کہ یہ سب تمہارے لئے ہے، پکاؤ اور کھاؤ، یہ کہہ کر واپس باہر چلے گئے، میں نے دل میں خیال کیا اس بزرگ کو باہر دیکھوں اور کچھ تفصیل معلوم کروں، میں نے فوراً دروازے سے باہر آ کر دیکھا تو وہ غائب تھے، مولانا غلام قادر صاحب نے حضرت مدنی قدس سرہ سے دریافت کیا کہ حضرت آپ کے خیال میں وہ کون تھے؟ آپ نے فرمایا میرے خیال میں وہ شاہ دوجہاں حضور ﷺ کے پیارے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے کیونکہ مدینہ منورہ کی ولایت انہی کے سپرد ہے۔ ,,قطب مدینہ،، ص ۱۱ ,,تعارف علمائے اہل سنت،، مرتبہ مولانا محمد صدیق ہزاروی

کرامات

س سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کوئی کرامت بیان کریں

ج سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی مشہور کرامات یہ ہیں:

(۱) فرشتوں نے غسل دیا (۲) قبر کے اندر سے سلام کا جواب (۳) اور قبر کے اندر سے شیخ محمود کولڑکے کی بشارت دی (۴) قبر میں خون نکلا (۵) حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھنا

(۱) فرشتوں نے غسل دیا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ان کی شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا اور حضور ﷺ نے بھی اس کی تصدیق فرمائی کہ بے شک میرے چچا کو شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا۔ (,,کرامات صحابہ،، از عبدالمصطفیٰ اعظمی ص ۹۱، حجۃ اللہ علی العالمین جلد ۲ ص ۸۶۳ بحوالہ ابن سعد)

شہید کو غسل نہیں دیا جاتا ممکن ہے حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ کی طرح ان کو بھی غسل کی حاجت ہو اور فرشتوں نے اس بنا پر غسل دیا ہو۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ ایک صحابی کو غسل دینے کے لئے آسمان سے فرشتوں کا نازل ہونا اور اپنے نورانی ہاتھوں سے غسل دینا یہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک بہت ہی عظیم الشان کرامت ہے۔

(۲) قبر کے اندر سے سلام کا جواب:

حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں ایک دن سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے گئی اور میں نے قبر انور کے سامنے کھڑے ہو کر السلام علیک یا عم رسول اللہ کہا تو آپ نے بہ آواز بلند قبر کے اندر سے میرے سلام کا جواب دیا جس کو میں نے اپنے کانوں سے سنا۔ بیہقی شریف، خصائص کبری جلد ۲ ص ۳۶۴ باب ماوقع فی غزوۃ احد، حجۃ اللہ ۲ ص ۸۶۳، وفاء الوفاء ج ۳ ص ۹۳۲ (عربی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شہداء احد کے بارے میں فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے نزدیک شہداء ہیں تم ان کی زیارت کرو اور انہیں سلام کرو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت تک جو بھی ان کو سلام کرے گا تو یہ اس کے سلام کا جواب دینگے۔ (بیہقی شریف، خصائص کبری جلد ۲ ص ۳۶۳ باب ماوقع فی غزوۃ احد) معلوم ہوا کہ شہید زندہ ہیں ہمارے سلام سنتے ہیں اور سن کر جواب بھی دیتے ہیں جب شہید کا یہ مقام ہے تو میرے آقا کا مقام کیا ہوگا۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

(۳) اور قبر کے اندر سے شیخ محمود کولڑکے کی بشارت دی:

اسی طرح شیخ محمود کردی نزیل مدینہ منورہ نے آپ کی قبر انور پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو آپ نے بہ آواز بلند قبر کے اندر سے ان کے

سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا: اے شیخ محمود تم اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر ,,حمزہ،، رکھنا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹا دیا تو اس کا نام ,, حمزہ،، رکھا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین جلد ۲ ص ۸۶۳ بحوالہ کتاب باقیات الصالحات)

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کرامت دیکھو کہ اپنی قبر شریف کے اندر رہتے ہوئے یہ معلوم تھا کہ ابھی شیخ محمود کے کوئی بیٹا نہیں ہے مگر آئندہ خدا ان کو فرزند عطا کرے گا جبھی تو فرمایا: اے شیخ محمود تم اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر ,,حمزہ،، رکھنا۔ اور اس کو بشارت اور سلام کے جواب کو سب حاضرین نے اپنے کانوں سے سنا۔ اس کرامت سے اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے کہ شہداء کرام اپنی اپنی قبروں میں پورے لوزم حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے علم کی وسعت کا یہ حال ہے کہ وہ یہاں تک جان اور پہچان لیتے ہیں کہ آدمی کی پشت میں جو نطفہ ہے اس سے پیدا ہونے والا بچہ لڑکا ہے یا لڑکی۔ اگر ان کو بالیقین معلوم نہ ہوتا کہ لڑکا ہی پیدا ہوگا تو آپ کس طرح لڑکے کا نام اپنے نام پر رکھنے کا حکم دیتے۔ واللہ اعلم

(۴) قبر میں خون نکلا:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی حکومت کے دوران مدینہ منورہ کے اندر نہر کھودنے کا حکم دیا تو ایک نہر سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کے پہلو میں نکل رہی تھی لاعلمی میں اچانک نہر کھودنے والوں کا بیلچہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک پر پڑ گیا اور آپ کا قدم مبارک کٹ گیا تو اس سے تازہ خون بہہ نکلا۔ حالانکہ آپ کو دفن ہوئے ۴۶ چھیالیس سال گزر چکے تھے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین جلد ۲ ص ۸۶۴ بحوالہ ابن سعد، وفاء الوفاء ج ۳ ص ۹۳۸، اصابہ ازابن حجر عسقلانی ج ۱ ص ۳۵۳) (کرامات صحابہ ص ۹۲)

وفات کے تازہ خون بہہ نکلنا یہ دلیل ہے کہ شہداء کرام اپنی قبروں میں پورے لوزم حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔

(۵) حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھنا:

ایک مرتبہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھنے کی بارگاہ رسالت میں درخواست پیش کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ نہ دیکھ سکیں گے۔ عرض کیا آپ میرے شوق پورا فرمادیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے تو تھوڑی ہی دیر بعد حضرت جبریل علیہ السلام حرم کعبہ میں نصب شدہ اس لکڑی پر اترے جس پر مشرکین بوقت طواف کپڑے لٹکایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چچا جان وہ دیکھئے، تو انہوں نے اپنی نگاہ اٹھائی حضرت جبریل علیہ السلام دونوں پاؤں سبز زبرجد کے دیکھے اور بے ہوش ہو کر گر گئے۔ (خصائص ج ۱ ص ۲۰۸ (عربی) بحوالہ ابن سعد اور بیہقی)

س سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کس مہینہ اور سن میں شہید ہوئے

ج ۱۵ شوال تین ہجری ہفتہ کے دن شہید ہوئے شہادت کے وقت ان کی عمر ۵۹ انسٹھ سال تھی۔

س سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل کا نام کیا تھا جب وہ مسلمان ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کیا حکم دیا تھا

ج قاتل کا نام وحشی تھا اور جب وہ مسلمان ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: تو اپنے چہرے کو مجھ سے غائب رکھنا۔

س حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد کونسا اچھا کارنامہ انجام دیا؟

ج اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں مدعی نبوت مرتد مسیلمہ کذاب کو قتل کیا اور فرماتے تھے میں نے جاہلیت میں خیر الناس (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ) کو قتل کیا اور اسلام میں شر الناس (مسیلمہ کذاب) کو۔

......☆☆☆......

Monthly Mujallah AL-HAQIQA
October 2009
Reg.No. C.P.L.169

یارب العلمین جل جلالہٗ

یا رحمۃ للعلمین علیک الصلوٰۃ والسلام

تیرے میکدے میں کمی ہے کیا جو کمی ہے ذوقِ طلب میں ہے — جو ہوں پینے والے تو آج بھی وہی بادہ ہے وہی جام ہے

فیضانِ نظر

غوث الاغیاث قطب الاقطاب فرد الافراد

سید علی حسین شاہ صاحب

سید الاسیاد، سند الاسناد، واہب المراد شیخ یگانہ شاہکار لاثانی، قیوم زمانی، قندیل نورانی شہنشاہ ولایت

عرس

تیسرا سالانہ

عظیم الشان

حضور منکرِ اسلام

مبارک

مہبطِ تجلیات توحید شانِ اسرار تفرید وارث علوم حبیب کبریا پیکر رسعت قرآت

شاہکار حضور نقش لاثانی

پروفیسر محمد حسین آسی

تلاوت: حافظ غلام دستگیر

صبح 9 تا نماز ظہر 18 اکتوبر بروز اتوار 2009

نقابت: جناب رفاقت علی ✻ قاری محمد عدنان پٹھان

بمقام: پیپلز کالونی نزد ٹرباٹن شکرگڑھ

علمائے کرام

شیر بیشہ اہلسنت
علامہ سعید احمد قادری
فاضل خانقاہ ڈوگراں

عالم بے بدل
مفتی محمد شاہد قادری
فاضل سانگلہ ہل

واعظ خوش الحان
حافظ محمد عمران آسوی
پنڈی سینیاں

خصوصی شرکاء

خلیفہ مجاز حضور نقش لاثانی
حاجی عبد الرزاق نقشبندی
ڈسکہ

منظور نظر حضور منکر اسلام
ممنون احمد آسوی
نقش لاثانی نگر

نگران جامعہ انوار لاثانی
حاجی اخلاق احمد
ایڈووکیٹ

خصوصی نعت

بلبل چمنستان نعت
جناب قاری محمد شاہد صاحب
حافظ عبد الرزاق صاحب
جناب غلام دستگیر خان لاہور
جناب محمد طاہر آسوی صاحب
جناب قاری مختار احمد صاحب

خصوصی خطاب

پیکر محبت عاشق رسول مرد مومن
مرد حق جناب صاحبزادہ
محمد عطاء الحق صاحب مدظلہ
زیب سجادہ حضور منکر اسلام

مبلغ عظیم
پروفیسر خادم حسین خورشید صاحب
لاہور

خصوصی آمد

جناب محمد راشد سلطان ضلعی امیر شیران اسلام
جناب محمد سہیل انجم پرنسپل نقش لاثانی سکول
جناب تنویر حسین خادم خاص حضور منکر اسلام
جناب محمد نعیم الرحمٰن پرنسپل نقش لاثانی پبلک سکول
جناب صوفی محمد آصف منتظم جامعہ انوار لاثانی
جناب ڈاکٹر ظفر منہاس آف پھگواڑی
جناب عبد الروف خان صاحب

تعاون خصوصی

جناب حافظ محمد نعیم آسوی منظور نظر حضور منکر اسلام — جناب محمد اعجاز صاحب (ماہر تعلیم)
جناب محمد عرفان سرور صاحب — جناب حافظ محمد اظہر نعیم صاحب

لنگر کا بہترین انتظام ہوگا
انشاء اللہ العزیز

زیر انتظام شیران اسلام پاکستان

سعید آسوی _ اکمل حسین
0300-4590474 0306-8420977